طاعات وعبادات کے فوائد، معاصی وگناہوں کے دنیوی
نقصانات اور اُخروی وبال نیز اعمال کی صورتِ مثالیہ
کی تحقیق مولانا رُوم رحمہ اللہ کے اقوال سے

تالیف

حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ
۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

شعبہ نشر واشاعت
چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات اہل علم، عزیز طلبہ اور معزز قارئین کی خدمت میں گذارش:

الحمدللہ! اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی غلطی نظر آئے یا کوئی مفید تجویز ہو تو براہ کرم تحریر کر کے ہمیں ضرور ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت بہتر اور غلطی سے پاک ہو سکے۔

جزاکم اللّٰہ تعالیٰ خیراً

مکتبۃ البشریٰ

برائے خط و کتابت: 9-A/1 محمد علی سوسائٹی، بالمقابل عوامی مرکز، شاہراہ فیصل، کراچی۔ 75350

کتاب کا نام : جزاء الاعمال

مؤلف : حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

قیمت برائے قارئین : =/ روپے

اشاعت دوم : ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء

ناشر : مکتبۃ البشریٰ چودھری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

Z-3، اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-34541739, +92-21-37740738

فیکس نمبر : +92-21-34023113

ویب سائٹ : www.maktaba-tul-bushra.com.pk

www.ibnabbasaisha.edu.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

اس کے علاوہ تمام مشہور کتب خانوں میں بھی دستیاب ہے۔

فہرست مضامین

مختصر حالاتِ مصنف علیہ الرحمۃ

نام ونسب و پیدائش: اشرف علی ولد شیخ عبدالحق، ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ستمبر ۱۸۶۳ء بروز بدھ ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وفراغت: حفظ قرآن اور ابتدائی فارسی کی تعلیم میرٹھ میں حاصل کی۔ پھر تھانہ بھون آکر مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ نومبر ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں تمام علوم وفنون کی تکمیل فرما کر آپ کی فراغت ہوئی۔

مشہور اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذہ میں مولانا منفعت علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطینِ فضل وکمال شامل ہیں۔

خداداد صلاحیتیں اور عمدہ اوصاف: مجددِ ملّت، حکیم الامت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم وانعامات سے نوازا۔ آپ بیک وقت فقیہ ومحدث بھی تھے، مفسّرِ قرآن و مُقری بھی تھے، حکیم و واعظ بھی اور استاذ و مُربّی بھی۔

اصلاحِ ظاہر وباطن کے حوالے سے آپ کی ذاتِ عالیہ اسلامیانِ برصغیر کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اور لطف یہ کہ آپ کی ہر تصنیف علم وجواہر کا خزانہ اور لعلِ بیش بہا ہے، جس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اُٹھایا اور اُٹھاتے رہیں گے۔ آپ کے اوصاف وکمالات کو اگر ایک جماعت پر تقسیم کردیا جائے تو سب مالا مال ہوجائیں۔ اور آپ کا علمی وروحانی فیض ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت جاری وساری رہے گا۔

وفات وتدفین: آخر عمر میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ/ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی شب آپ رحلت فرماگئے۔ اور تھانہ بھون میں آپ ہی کی وقف کردہ زمین ''قبرستان عشق بازاں'' میں آپ کی تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

پیش لفظ:

جزاء الاعمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ تُجْلَبُ النِّعَمُ بِطَاعَتِهٖ وَالنِّقَمُ بِعِصْيَانِهٖ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَكْمَلَانِ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِيِّهِ الَّذِىْ جَعَلَ الْعِزَّ لِمَنْ وَالَاهُ وَالذُّلَّ وَالْهَوَانَ عَلٰى مَنْ عَادَاهُ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِى الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَالْيُسْرِ وَالْعُسْرِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَوَفِّقْنَا لِلتَّأَسِّىْ بِهِمْ.

امّا بعد، یہ ناچیز، ناکارہ اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس وقت میں جو حالت ہم لوگوں کی ہے کہ طاعت میں کاہلی وغفلت اور معاصی میں انہماک وجرأت وہ ظاہر ہے، جہاں تک غور کیا گیا اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اعمالِ حسنہ وسیئہ کی پاداش [سزا] صرف آخرت میں سمجھتے ہیں، اس کی ہرگز خبر تک نہیں کہ دنیا میں بھی اس کا کچھ نتیجہ مرتب ہوتا ہے اور غلبہ صفات نفس کے سبب دنیا کی جزا وسزا پر، چونکہ وہ سردست [فی الحال] واقع ہوجاتی ہے، زیادہ نظر ہوتی ہے، پھر عالم آخرت میں بھی جزا وسزا کے وقوع کو گو عقیدتاً ان اعمال کا ثمرہ جانتے ہیں، مگر واقعی بات یہ ہے کہ جو علاقہ قوی، موثر واثر میں، اور سبب ومُسبّب میں سمجھنا چاہیے، اور اسباب ومُسبّباتِ دنیویہ میں سمجھتے ہیں، وہ علاقہ اس قوت کے ساتھ اعمال اور ان کے ثمراتِ آخرت میں ہرگز نہیں سمجھتے، بلکہ قریب قریب اس طرح کا خیال ہے کہ گویا اس عالم کے واقعات کا ایک مستقل سلسلہ ہے جس کو چاہیں گے پکڑ کر سزا دے دیں گے، جس کو چاہیں گے خوش ہو کر نعمتوں سے مالا مال کردیں گے، اعمال کو گویا اس میں کچھ دخل ہی نہیں ہے[1] حالانکہ یہ خیال بے شمار آیات واحادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ عنقریب تفصیلاً

---

[1] کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اعمال کا دخل نہ ہونا تو صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے =

معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اس لیے اس مرض کے دفع کرنے کے لیے دو اَمر ضروری خیال میں آئے:

اوّل: کتاب وسنت وملفوظاتِ محققین سے یہ دِکھلا دیا جائے کہ جیسے آخرت میں اعمال پر جزا وسزا واقع ہوگی، ایسے ہی دنیا میں بھی بعض آثار اُن کے واقع ہوئے ہیں۔

دوم: یہ ثابت کردیا جائے کہ اعمال میں اور ثمراتِ آخرت میں ایسا قوی علاقہ ہے جیسا آگ جلانے میں اور کھانا پکانے میں، یا کھانا کھانے میں اور شِکم سیر [پیٹ بھرا ہوا] ہوجانے میں، یا پانی چھڑکنے میں اور آگ کے بجھ جانے میں، ان دونوں اَمروں کے ثبوت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید قوی ہے کہ سرِدست جزا اور سزا ہوجانے کے یقین سے اور اسی طرح کارخانۂ دنیا پر کارخانۂ آخرت کے مرتب ہونے کے غلبۂ اعتقاد سے طاعات میں رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہوجانا سہل ہے، آئندہ توفیق و اِمداد حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہے، اسی غرض کی تکمیل کے واسطے یہ رسالہ مختصر سلیس اردو میں جمع کیا جاتا ہے، ''جزاء الاعمال'' اس کا نام رکھا جاتا ہے۔

مضامین مذکورہ کے لحاظ سے رسالہ ہٰذا ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمہ پر وضع کیا گیا ہے۔

ترتیب مضامین:

مقدمہ: اس امر کے اجمالی بیان میں کہ اعمال کو جزا اور سزا میں دخل ہے۔

باب اوّل: اس بیان میں کہ گناہ کرنے سے دنیا کا کیا نقصان ہے۔

باب دوم: اس بیان میں کہ اطاعت وعبادت کرنے سے دنیا کا کیا کیا نفع ہے۔

= یہ فرمایا ہے کہ ''کوئی شخص عمل کے زور سے جنّت میں نہ جائے گا۔'' دفعیہ اس شبہ کا یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عمل کو بالکل دخل ہی نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ عمل پر مغرور ہو کر نہ بیٹھ جائے، جزوِ اَخیر علتِ تامّہ کا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وبس، گویا یہ فضل بھی اعمال نیک سے نصیب ہوتا ہے، سو عمل ہی علتِ تامّہ کا ایک جز ٹھہرا۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ [اعراف:۵۶]

باب سوم: اس بیان میں کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیسا قوی تعلّق ہے۔

باب چہارم: اس بیان میں کہ طاعت کو جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل وتاثیر ہے۔

خاتمہ: بعض مخصوص اعمالِ حسنہ یا سیئہ کے بیان میں جنکے کرنے یا نہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور بعض شبہات کے جواب میں جو اکثر عوام کیلئے باعثِ بے باکی [بے خوفی] ہوگئے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل فرمائے، اور اس کو ذریعہ ہدایت و رُشد کا بنادے، اور جو خطا ظاہری یا باطنی مجھ سے سرزد ہوجائے اس کو معاف فرمائے۔ (آمین) وَالآن نَشْرَعُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ.

(حکیم الامت حضرت مولانا) **محمد اشرف علی** (قدس اللہ سرہٗ)

مقدّمہ

اس امر کے اجمالی بیان میں کہ اعمال سبب ہیں جزا اور سزا کے

قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے یہ امر مذکور ہوا ہے، کہیں تو عمل کو شرط اور ثمرہ کو جزا قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَمَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾[۱] یعنی جب ان لوگوں نے سرکشی [بغاوت] اختیار کی اس چیز سے کہ بے شک وہ اس سے منع کیے گئے تھے، سو ہم نے ان کو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ سرکشی کے سبب سے یہ سزا ملی ہے، اور ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾[۲] یعنی جب انہوں نے ہم کو ناخوش کیا ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کو ناخوش کرنا سبب ہوا اِنتقام کا، اور ارشاد ہے: ﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾[۳] یعنی اگر تم اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے فیصلہ کردیں، اور دور کردیں تم سے تمہاری برائیاں۔ اور ارشاد ہے: ﴿وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾[۴] یعنی اگر وہ لوگ مستقیم رہتے راہ پر البتہ پینے کو دیتے ہم ان کو پانی بکثرت۔ اور ارشاد ہے: ﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾[۵] یعنی اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں۔

اور کہیں ''باء سببیہ'' لائے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾[۶] یعنی یہ سزا بسبب اُن اعمال کے ہے جو کہ تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ اور ارشاد ہے:

---

[۱] اعراف: ۱۶۶ [۲] زخرف: ۵۵ [۳] انفال: ۲۹ [۴] جن: ۱۶

[۵] توبہ: ۱۱ [۶] آل عمران: ۱۸۲

﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾[1] یعنی یہ جزا بسبب اس کام کے ہے جس کو تم کرتے تھے۔اور ارشاد ہے: ﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾[2] یعنی یہ بسبب اس کے ہے کہ اُنہوں نے انکار کردیا ہماری نشانیوں کا۔

اور کہیں ''فائے سَبَبِیَّہ'' لائے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ﴾[3] یعنی انہوں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پس پکڑ لیا ان کو۔اور ارشاد ہے: ﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾[4] یعنی ان لوگوں نے موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کی تکذیب کی، پس ہوئے ہلاک کیے ہوؤں سے۔کہیں کلمہ ''لَوْلَا'' وارد ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾[5] یعنی اگر یونس تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے تو ٹھہرے رہتے مچھلی کے پیٹ میں قیامت کے دن تک۔صاف معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کی بدولت اس قید سے رہائی ہوئی، کہیں لفظ ''لَوْ'' آیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾[6] یعنی اگر وہ لوگ کرتے اس کام کو جس کی وہ نصیحت کیے جاتے ہیں تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔

تمام آیتیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ اعمال اور جزا میں ضرور علاقہ [تعلّق] ہے۔

محمد اشرف علی

---

[1] جمعہ:۸　[2] بنی اسرائیل:۹۸　[3] حاقہ:۱۰　[4] مومنون:۴۸
[5] صافات:۱۴۳، ۱۴۴　[6] نساء:۶۶

باب اوّل

اس بیان میں کہ گناہ کرنے سے دنیا کا کیا نقصان ہے

یوں تو یہ مَضرّتیں [نقصانات] اِس کثرت سے ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا، مگر اس مقام پر اولاً کچھ آیات واحادیث سے اجمالاً بعض آثار بتلاتے ہیں، اس کے بعد کسی قدر تفصیل و ترتیب سے لکھیں گے۔ قرآن مجید میں جو نافرمانوں کے جا بجا [جگہ جگہ] قصّے اور اس کے ساتھ اُن کی سزائیں مذکور ہیں کس کو معلوم نہیں، وہ کیا چیز ہے جس نے ''ابلیس'' [شیطان] کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا؟ یہی نافرمانی ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا، صورت بگاڑ دی گئی، باطن تباہ ہوگیا، بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی، قرب کے عوض بُعد حصّہ میں آیا، تسبیح وتقدیس کی جگہ کفر وشرک، جھوٹ فحش انعام ملا۔ وہ کیا چیز ہے جس نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تمام اہل زمین کو طوفان میں غرق کردیا؟ وہ کون سی چیز ہے کہ جس سے ہوائے تُند [تیز ہوا] کو قوم عاد پر مسلّط کیا گیا، یہاں تک کہ زمین پر پٹک پٹک کے مارے گئے؟ وہ کون سی چیز ہے جس سے ''قوم ثمود'' پر چیخ آئی، جس سے اُن کے کلیجے پھٹ گئے اور تمام کے تمام ہلاک ہوگئے؟ وہ کون سی چیز ہے جس سے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں آسمان تک لے جاکر الٹی گرائی گئیں اور اُوپر سے پتھر برسائے گئے؟ وہ کون سی چیز ہے جس سے قومِ شعیب علیہ السلام پر بشکلِ سائبانِ ابر [بادل] کے عذاب آیا اور اس سے آگ برسی؟ وہ کون سی چیز ہے جس سے ''قومِ فرعون'' بحرِ قلزم میں غرق کی گئی؟ وہ کون سی چیز ہے جس سے ''قارون'' زمین میں دھنسایا گیا اور پیچھے سے گھر اور اسباب اس کے ہمراہ ہوا؟ وہ کون سی چیز ہے جس نے ایک بار ''بنی اسرائیل'' پر ایسی قوم کو مسلّط کیا کہ جو سخت لڑائی والی تھی اور وہ ان کے گھروں کے اندر گھس گئے اور ان کو زَیر وزَبر [اُلٹ پلٹ] کرڈالا، اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے ان کا پھر بنا بنایا کارخانہ تباہ وبرباد ہوا؟ اور وہ کون سی چیز ہے جس نے

انہیں (بنی اسرائیل کو) طرح طرح کی مصیبت و بلا میں گرفتار کیا؟ کبھی قتل ہوئے، کبھی قید د، کبھی ان کے گھر اُجاڑے گئے، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلّط ہوئے، کبھی وہ جلا وطن کیے گئے۔ وہ ''چیز'' جس کے یہ آثار ظاہر ہوئے اگر ''نافرمانی'' نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟ ان قصوں کو جا بجا ذکر فرمایا گیا، اور نہایت مختصر الفاظ میں اس کی وجہ ارشاد فرمائی:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾[1]

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ اُن پر ظلم کرتے، لیکن وہ تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

دیکھیے! ان لوگوں نے اسی گناہ کی بدولت دنیا میں کیا خرابیاں بھگتیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب قبرص فتح ہوا، حضرت جُبیر بن نُفیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سے عرض کیا: اے ابو درداء (رضی اللہ عنہ)! ایسے مبارک دن میں رونا کیسا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت دی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے جبیر! افسوس ہے تم نہیں سمجھتے، جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسی ذلیل و بے قدر ہو جاتی ہے، دیکھو! کہاں تو یہ قوم برسرِ حکومت تھی، خدا کا حکم چھوڑنا تھا اور ذلیل و خوار ہونا تھا، جس کو تم اس وقت ملاحظہ کر رہے ہو۔[2]

اور مسند میں ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ.[3]

یعنی بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے، گناہ کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے۔

''ابن ماجہ'' میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ:

۱۔ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے، تو وہ طاعون [ایک وبائی مرض] میں مبتلا ہوں گے، اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو اُن کے

---

[1] عنکبوت: ۴۰ [2] مشکوٰۃ، رقم: ۴۹۲۵ [3] ابن ماجہ، رقم: ۴۰۱۹

بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئیں۔

۲۔ اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی قحط [کمیابی] اور تنگی اور ظلمِ حکّام میں مبتلا ہوں گے۔

۳۔ اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جائے گا بارانِ رحمت [رحمت کی بارش] ان سے، اگر بہائم بھی نہ ہوتے تو کبھی اُن پر بارش نہ ہوتی۔

۴۔ اور نہیں عہد شکنی [وعدہ خلافی] کی کسی قوم نے مگر مسلّط فرمائے گا اللہ تعالیٰ اُن کے دشمن کو غیرِ قوم سے، بہ جبر لے لیں گے ان کے اموال کو۔

۵۔ جب تک ان کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور اللہ کے حکم کو اختیار نہ کریں، تو اللہ ان کو آپس میں لڑا دیں گے۔[۱]

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زلزلہ کا سبب دریافت کیا، انھوں نے فرمایا: جب لوگ زِنا کو امرِ مُباح [جائز کام] کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں، اور شرابیں پیتے ہیں، اور معازف [گانا بجانے کے آلات] بجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے، زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ’’اِنکو ہلا ڈال۔‘‘[۲]

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا شہر میں حکم نامے بھیجے، جنکا مضمون یہ ہے:

بعد حمد وصلوٰۃ کے مُدعا یہ ہے کہ یہ ’’زلزلہ‘‘ زمین کا علامت عِتابِ الٰہی [خدا کا قہر و غضب] ہے، میں نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا ہے کہ فُلاں تاریخ، فُلاں مہینے میں میدان میں نکلیں یعنی دُعا و تَضرُّع [گڑگڑانے] کے لیے، اور جس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ بھی ہو وہ خیرات بھی کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىO وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىO﴾[۳]

تحقیق فلاح پائی، جس شخص نے پاکی حاصل کی اور ذکر کیا نام اپنے رب کا اور نماز پڑھی۔

(اور بعض نے ’’تزکی‘‘ زکوٰۃ سے لیا ہے، ظاہراً عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے

---

[۱] ابن ماجہ: ۴۰۱۹　[۲] العقوبات لابن ابی الدنیا، رقم: ۱۷　[۳] الاعلیٰ: ۱۴-۱۵

نزدیک یہی تفسیر ہے)۔

اور کہو کہ جس طرح آدم علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[1]

اور جس طرح نوح علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿وَاِلَّا تَغْفِرْلِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[2]

اور جس طرح یونس علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[3]

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ عزوجل بندوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں، بچے بکثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہوجاتی ہیں۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتبِ حکمت میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں اللہ ہوں، بادشاہوں کا مالک ہوں، اُن کا دِل میرے ہاتھ میں ہے، بس جو شخص میری اطاعت کرتا ہے میں ان بادشاہوں کا دل اُس پر مہربان کردیتا ہوں، اور جو میری نافرمانی کرتا ہے میں اُنہی بادشاہوں کو اُس شخص پر عُقوبت مقرر کرتا ہوں، تم بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول مت ہو، میری طرف رجوع کرو میں ان کو تم پر نرم کردوں گا۔''[4]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وہب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے میں راضی ہوتا ہوں، اور جب راضی ہوتا ہوں تو

---

[1] اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجاوے گا۔ (بیان القرآن، اعراف:۲۳)

[2] اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہوجاؤں گا۔

(بیان القرآن، ہود:۴۷)

[3] آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ پاک ہیں میں بے شک قصور وار ہوں۔ (بیان القرآن، انبیا:۸۷)

[4] توبہ، لابن ابی الدنیا، رقم:۱۰۱

برکت عطا کرتا ہوں، اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں، اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی، غضب ناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں، اور میری لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے۔[1]

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وکیع رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بے حکمی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود بخود ہجو [مذمت] کرنے لگتا ہے۔

اور بہت احادیث و آثار میں مضرتیں گناہ کی جو دنیا میں پیش آتی ہیں مذکور ہیں۔

اب بعض نقصانات تفصیل و ترتیب سے مرقوم ہوتے [لکھے جاتے] ہیں، آسانی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کے لیے فصلیں مقرر کی جائیں۔

فصل ۱: علم اور نور باطنی سے محرومی

ایک اثر معاصی کا یہ ہے کہ آدمی علم سے محروم رہتا ہے، کیوں کہ علم ایک باطنی نُور ہے اور معصیت سے نُورِ باطن بجھ جاتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو وصیّت فرمائی تھی:

اِنِّیۡ اَرَی اللّٰہَ تَعَالٰی قَدۡ اَلۡقٰی عَلٰی قَلۡبِکَ نُوۡرًا، فَلَا تُطۡفِئۡہُ بِظُلۡمَۃِ الۡمَعۡصِیَۃِ.

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں ایک نور ڈالا ہے سو تم اس کو تاریکی معصیت سے مت بجھا دینا۔

فصل ۲: رزق میں کمی

ایک نقصان گناہ کا دنیا میں یہ ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے اس مضمون کی حدیث اوپر آچکی ہے۔

فصل ۳: خدا سے وحشت

ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو خدائے تعالیٰ سے ایک وحشت [گھبراہٹ] سی رہتی ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ ذرا بھی ذوق ہو تو سمجھ سکتا ہے۔ کسی شخص نے ایک عارف سے وحشت کی

[1] الزہد لاحمد بن حنبل، رقم: ۲۹۵

شکایت کی، انھوں نے فرمایا:

اِذَا کُنْتَ قَدْ اَوْحَشَتْكَ الذُّنُوْبُ فَدَعْهَا اِذَاشِئْتَ وَاسْتَأْنِسِ[1]

فصل ۴: نیک لوگوں سے وحشت

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت کرنے سے آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے، خصوصاً نیک لوگوں سے کہ ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا، اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے اُن سے دور اور اُن کی برکت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے کبھی معصیت سرزد ہوجاتی ہے تو اس کا اثر اپنی بیوی اور جانور کے اَخلاق میں پاتا ہوں کہ وہ میرے پوری طرح مُطیع [فرمانبردار] نہیں رہتے۔

فصل ۵: مقاصد کے حصول میں دشواری

ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو اکثر کارروائیوں میں دشواری پیش آتی ہے، جیسے تقویٰ اختیار کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں،[2] ایسے ہی ترکِ تقویٰ سے کامیابی کی راہیں بند ہوجاتی ہیں۔

فصل ۶: دل، چہرہ اور آنکھوں کا تاریک و بے رونق ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہوتی ہے، ذرا بھی دل میں غور کیا جائے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے، اس ظلمت کی قوت سے ایک حیرت پیدا ہوجاتی ہے، اس سے بدعت[3] وضلالت [گمراہی] وجہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوجاتا ہے، اور اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں آتا ہے، اور پھر چہرہ پر ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے، فاسق [گنہگار] کیسا ہی حسین وجمیل ہو مگر اسکے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ضرور ہوتی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] یعنی جب وحشت میں ڈالے تجھ کو گناہ سو تجھ کو جب رفع وحشت منظور ہو، گناہ کو چھوڑ اور اُنس حاصل کرلے۔

[2] قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ (طلاق:۲)

[3] وہ رسم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔

فرماتے ہیں کہ نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت، لوگوں کے قلوب میں محبّت پیدا ہوتی ہے۔ اور بدی کرنے سے چہرہ پر بے رونقی، قبر اور قلب میں ظلمت، بدن میں سُستی، رزق میں تنگی، لوگوں کے دلوں میں بُغض [کینہ] ہوتا ہے۔

فصل ۷: دل وجسم کا کمزور ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ اُمورِ خیر [نیکی کے کام] کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل نابود [ختم] ہوجاتی ہے، رہ گئی بدن کی کمزوری سو بدن تو قلب کے تابع ہے، جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی ضعیف ہوگا۔ دیکھو تو! کفارِ فارس ورُوم کیسے ''قوی الجثہ'' [مضبوط جسم والے] تھے، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے۔

فصل ۸: طاعات سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ آدمی طاعت سے محروم ہوجاتا ہے، آج ایک طاعت گئی، کل دوسری چھوٹ گئی، پرسوں تیسری رہ گئی، یوں ہی سلسلہ وار تمام نیک کام بدولت گناہ کے اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، جیسے کسی نے ایک لقمہ لذیذ ایسا کھایا جس سے ایسا مرض پیدا ہوگیا کہ ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کردیا۔

فصل ۹: عمر میں بے برکتی

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے عمر گھٹتی ہے، اور اس کی برکت ٹلتی ہے، کیوں کہ بِر (نیکی) سے عمر بڑھ جانا ''حدیثِ صحیح'' سے ثابت ہے، تو فجور [گناہ] سے گھٹنا اسی سے سمجھ لیجیے۔ اور یہ شبہ نہایت ضعیف ہے کہ عمر تو مقدر ہے وہ کیسے گھٹ بڑھ سکتی ہے، کیوں کہ عمر کی کیا تخصیص ہے، یہ سب چیزیں مقدر ہی ہیں امیری اور غریبی، صحت و مرض سب میں یہی شبہ ہوسکتا ہے، مگر پھر بھی ان امور کو اسباب کے ساتھ مربوط سمجھ کر تدبیر کا استعمال کیا جاتا ہے، یہی حال عمر کا سمجھ لینا چاہیے۔

فصل ۱۰: معاصی کا خوگر ہونا کہ ترک دشوار ہوجائے

ایک نقصان یہ ہے کہ ایک معصیت دوسری معصیت کا سبب ہوجاتی ہے وہ تیسری کا، اسی طرح شُدہ شُدہ [آہستہ آہستہ] معاصی کی کثرت ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ عاصی [گناہ گار] گناہوں میں گِھر جاتا ہے، دوسرا یہ کہ کرتے کرتے اس کی عادت ہوجاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہوتا ہے، پھر اس کو اُسی ضرورت سے کرتا ہے کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے، اور پھر اس کم بخت میں لطف ولذت بھی نہیں رہتی۔

فصل ۱۱: توبہ کی توفیق نہ ملنا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے ارادہ توبہ کا کمزور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

فصل ۱۲: گناہ کو گناہ نہ سمجھنا

ایک نقصان یہ ہے کہ چند روز میں اس معصیت کی برائی دل سے نکل جاتی ہے، اس کو برا نہیں سمجھتا، نہ اِس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا، بلکہ خود تفاخراً اس کا ذکر کرتا ہے، ایسا شخص معافی سے دور ہوتا جاتا ہے، جیسا ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ، وَإِنَّ مِنَ الْإِجْهَارِ أَنْ يَسْتُرَ اللّٰهُ عَلَى الْعَبْدِ ثُمَّ يُصْبِحُ يُفْضِحُ نَفْسَهُ وَيَقُوْلُ: يَافُلَانُ! عَمِلْتُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا، فَتَهَتَّكَ نَفْسَهُ وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ.[۱]

خلاصہ مطلب کا یہ ہے کہ سب کے لیے معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلّم کھلّا گناہ کرتے ہیں، اور یہ بھی کھلّم کھلا ہی کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ستّاری [پردہ پوشی] فرمائی تھی مگر صبح کو خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع کیا کہ میاں فلانے! ہم نے فلاں فلاں دن، فلاں فلاں کام کیا تھا، خود اپنی پردہ دَری [ہتکِ عزت] کی، حالانکہ خدا تعالیٰ نے چھپالیا تھا، اور کبھی گناہ کی برائی کم ہوتے

---

۱ مشکوٰۃ، رقم: ۴۸۳۰

ہوتے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اسی واسطے ایک بزرگ کا قول ہے کہ تم تو گناہوں سے ڈرتے ہو اور مجھے کفر کا خوف ہے۔

فصل ۱۳: خدا کے دشمنوں سے مشابہت

ایک نقصان یہ ہے کہ ہر معصیت دشمنانِ خدا میں سے کسی کی میراث ہے، تو گویا یہ شخص اُن ملعونوں کا وارث بنتا ہے، مثلاً: ''لواطت'' قومِ لوط علیہ السلام کی میراث ہے، ''کم ناپنا، کم تولنا'' قومِ شعیب علیہ السلام کی میراث ہے، ''علو [بڑائی] و فساد'' فرعون اور اس کی قوم کی میراث ہے، ''تکبّر و تجبّر'' قومِ ہود علیہ السلام کی، تو یہ عاصی ان لوگوں کی وضع [بناوٹ] و ہیئت بنائے ہوئے ہے۔

مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[1] یعنی جو شخص کسی قوم کی وضع بنائے وہ انہی میں شمار ہے۔

فصل ۱۴: دربارِ الٰہی میں بے قدر و قیمت ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص بے قدر و خوار ہو جاتا ہے، اور جب خالق کے نزدیک خوار و ذلیل ہو گیا، مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾[2] یعنی ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت   بہر در کہ شد، ہیچ عزت نیافت

اگرچہ لوگ بخوف اُس کے ظلم و شرارت کے اس کی تعظیم کرتے ہوں، مگر کسی کے دل میں عظمت نہیں رہتی۔

فصل ۱۵: گناہ کا اثر دوسری مخلوقات پر

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی نحوست [برا اثر] جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے، اسی طرح کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں، گناہ کی سزا تو الگ ہوگی، یہ

---

[1] مشکوٰۃ، رقم: ۴۳۴۸ [2] اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کا کوئی عزت دینے والا نہیں۔ (بیان القرآن، ج: ۱۸)

لعنت اس پر طُرّہ [اضافہ] ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہائم نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں، جب کہ قحط سخت ہوتا ہے اور بارش رک جاتی ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست سے ہے۔

فصل ۱۶: عقل میں فتور و فساد پیدا ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے عقل میں فتور و فساد آ جاتا ہے، کیوں کہ عقل ایک نورانی چیز ہے، کدورت و معصیت سے اس میں کمی آ جاتی ہے، بلکہ خود گناہ کرنا دلیل کم عقلی کی ہے، اگر اس شخص کی عقل ٹھکانے ہوتی تو ایسی حالت میں کہیں گناہ ہو سکتا ہے کہ یہ شخص خدا کی قدرت میں ہے، ان کے مِلک میں رہتا ہے اور وہ دیکھ بھی رہے ہیں، ان کے فرشتے گواہ بن رہے ہیں، قرآن مجید منع کر رہا ہے، ایمان منع کر رہا ہے، موت منع کر رہی ہے دوزخ منع کر رہی ہے، گناہ کرنے سے اس قدر سرور و لذت نصیب نہ ہوگا، جس قدر دنیا اور آخرت کے منافع اس سے فوت ہو گئے، بھلا کوئی سلیم عقل والا ان باتوں کے ہوتے ہوئے گناہ کر سکتا ہے۔

فصل ۱۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مستحق ہونا

ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت میں داخل ہو جاتا ہے، کیوں کہ آپ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں اُن پر تو بدرجہ اولیٰ استحقاق لعنت ہے، مثلاً: لعنت فرمائی ہے آپ نے اس عورت پر جو گُودے [جسم کھود کر رنگ بھرے] اور گُدوائے اور جو غیر کے بال اپنے بالوں میں مِلا کر دراز کرے، اور جو دوسرے سے یہ کام لے۔[1]

اور لعنت فرمائی ہے آپ نے سود لینے والے، اور دینے والے پر، اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر۔[2]

اور لعنت فرمائی ہے آپ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ ہو[3] یعنی جب نکاح

[1] مشکوۃ، رقم: ۴۴۳۱، ترمذی، رقم: ۲۷۸۲ [2] مشکوۃ، رقم: ۲۸۰۷ [3] مشکوۃ، رقم: ۳۲۹۶

میں اس کو شرط ٹھہرایا جائے۔

اور لعنت فرمائی ہے چور پر۔[1]

اور لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے اور اُس کے پلانے والے پر، اور اُس کے نچوڑنے والے پر، اور نچڑوانے والے پر، اور بیچنے والے پر، اور خریدنے والے پر، اور اُس کے دام کھانے والے پر، اور جو اُس کو لاد کر لائے اور جس کے لیے لاد کر لائی جائے۔[2]

اور لعنت فرمائی ہے اُس شخص پر جو اپنے باپ کو برا کہے۔[3]

اور لعنت فرمائی ہے اُس شخص پر جو جاندار چیز کو نشانہ بنائے۔[4]

اور لعنت فرمائی ہے اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں، اور اُن عورتوں پر جو مردوں کی وضع بنائیں۔[5]

اور لعنت فرمائی ہے اُس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو دین میں کوئی نئی بات نکالے، یا ایسے شخص کو پناہ دے۔[6]

اور لعنت فرمائی ہے تصویر بنانے والے پر۔[7]

اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو قومِ لوط کا سا عمل کرے۔[8]

اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کسی جانور سے صحبت کرے۔[9]

اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو جانور کے چہرہ پر داغ لگائے۔[10]

اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ فریب کرے۔[11]

اور لعنت فرمائی ہے اُن عورتوں پر جو قبروں پر جاویں، اور اُن لوگوں پر جو وہاں پر سجدہ کریں، یا چراغ رکھیں۔[12]

اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کو اس کے خاوند سے، یا غلام کو اس کے آقا سے بہکا کر بھڑکائے۔

---

[1] بخاری، رقم: ۶۷۸۳　[2] مشکوٰۃ، رقم: ۲۷۷۶　[3] مسلم، رقم: ۱۹۷۸　[4] نسائی، رقم: ۴۴۴۲

[5] ترمذی، رقم: ۲۷۸۴　[6] بخاری، رقم: ۳۱۷۹　[7] بخاری، رقم: ۲۰۸۶　[8] مشکوٰۃ، رقم: ۳۵۸۳

[9] مشکوٰۃ، رقم: ۳۵۸۶　[10] مشکوٰۃ، رقم: ۴۰۷۰　[11] مشکوٰۃ، رقم: ۵۰۴۲　[12] مشکوٰۃ، رقم: ۷۴۰

اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کے پیچھے کے مقام میں صحبت کرے۔[۱]

اور ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے خفا ہو کر رات کو الگ رہے صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔[۲]

اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے نسب ملائے۔[۳]

اور فرمایا کہ جو شخص اپنے ''بھائی مسلمان'' کی طرف لوہے سے اشارہ کرے اُس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔[۴]

اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہے۔[۵]

اور لعنت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جو زمین میں فساد مچاوے اور قطع رحم کرے [عزیزوں سے تعلّق توڑ لے] اور اللہ تعالیٰ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے۔[۶]

اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کہ اَحکامِ خداوندی کو چھپائے۔[۷]

اور لعنت فرمائی ہے ان لوگوں پر جو پارسا [نیک] بیبیوں کو جن کو اُن قصوں کی خبر تک نہیں اور ایمان دار ہیں، زنا کی تہمت [جھوٹا الزام] لگائے۔[۸]

اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو کافروں کو مسلمان کے مقابلے میں ٹھیک راہ پر بتائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو رشوت دے، اور جو لے، اور جو درمیان میں پڑے۔[۹]

اور بہت افعال پر لعنت وارد ہوئی ہے، اگر گناہ میں اور بھی کوئی ضرر نہ ہوتا تو یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد ہو گیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ!

فصل ۱۸: فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[۱] مشکوٰۃ، رقم: ۳۱۹۲،۳۵۸۵ [۲] مشکوٰۃ، رقم: ۳۲۴۶ [۳] ابن ماجہ، رقم: ۲۶۰۹

[۴] ترمذی، رقم: ۲۱۶۲ [۵] مشکوٰۃ، رقم: ۶۰۱۷ [۶] مائدۃ: ۳۵

[۷] بقرہ: ۱۵۹ [۸] نور: ۲۳ [۹] مشکوٰۃ، رقم: ۳۷۵۳و۳۷۵۵

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾[1]

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ

جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں، وہ تسبیح وتحمید کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کے لیے مغفرت مانگتے ہیں کہ یا اللہ! آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے، ایسے لوگوں کو بخش دیجیے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں، اور ایسے لوگوں کو عذابِ جہنّم سے بچا لیجیے۔

دیکھیے! اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ فرشتے اُن مومنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ چلتے ہیں۔ جس شخص نے گناہ کرکے وہ راہ[2] چھوڑ دی اس دولت کا کہاں مستحق رہا۔

فصل ۱۹: خشکی اور تری میں فساد برپا ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، غلّہ، پھل ناقص ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾[3]

یعنی ظاہر ہو گیا بگاڑ خشکی اور تری میں بسبب اُن اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے کہ میں نے بنی اُمیّہ کے کسی خزانہ میں گیہوں [گندم] کا دانہ کھجور کی گٹھلی کے برابر دیکھا، یہ ایک تھیلی میں تھا اور اس پر یہ لکھا تھا کہ یہ ''زمانۂ عدل'' میں پیدا ہوتا تھا۔ اور بعض صحرائی لوگوں کا بیان ہے کہ پہلے زمانے کے پھل اِس وقت کے پھلوں سے بڑے ہوتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آئے گا چوں کہ اس وقت طاعت کی کثرت ہوگی اور زمین گناہوں سے پاک ہو جائے گی، پھر اس کی

---

[1] مومن: ۷ [2] یعنی راہ ہدایت چھوڑ دی۔ [3] روم: ۴۱

برکتیں عود [لوٹ] کر آئیں گی، یہاں تک کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ایک انار بڑی جماعت کو کافی ہوگا اور وہ اس کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے۔[۱] انگور کا خوشہ [گچھا] اتنا بڑا ہوگا کہ ایک اونٹ پر بار [بوجھ] ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روز روز کی بے برکتی ہماری خطا اور گناہ کا ثمرہ [نتیجہ] ہے۔

فصل ۲۰: حیا وغیرت سے محروم ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے حیا وغیرت جاتی رہتی ہے، اور جب شرم نہیں رہتی تو یہ شخص جو کچھ کر گزرے تھوڑا ہے، اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں۔

فصل ۲۱: اللہ تعالیٰ کی عظمت کا دل سے نکل جانا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت [بڑائی] اس کے دل سے نکل جاتی ہے، بھلا اگر خداوندی عظمت اس کے دل میں ہوتی تو مخالفت پر قدرت ہوسکتی؟ جب اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی عزت نہیں رہتی، پھر یہ شخص اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

فصل ۲۲: نعمتوں کا چھن جانا اور بلاؤں کا ہجوم

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہو جاتی [چھن جاتی] ہیں، اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔[۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ نہیں نازل ہوئی کوئی بلا مگر بسبب گناہ کے، اور نہیں دور ہوئی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾[۳]

---

[۱] ترمذی، رقم: ۲۲۴۰

[۲] کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم تو گناہ کرنے والوں کو بڑے عیش میں دیکھتے ہیں؟ کیوں کہ یہ اِستدراج [مہلت دینا] ہے، اس کا اور بھی زیادہ خطرہ ہے جیسے: مکتب میں کوئی لڑکا سبق نہ یاد کرتا ہو اور معلّم ضداً سزا نہیں دیتا کہ کل کو سبق نہ یاد نکلے اس وقت اکٹھی سزا ہو۔ [۳] شوریٰ: ۳۰

یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

اور ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾[1]

یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو، یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے ذاتی حالات کو بدل ڈالیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ زوالِ نعمت گناہ ہی سے ہوتا ہے۔

فصل ۲۳: القابِ مدح وشرف کا سلب ہونا اور القابِ مذمت کا مستحق ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے مدح وشرف[2] کے القاب سلب ہو کر مذمت[3] اور ذلّت کے خطاب ملتے ہیں، مثلاً: نیک کام کرنے سے یہ القاب عطا ہوئے تھے: مومن، بَرّ[4]، مُطیع، مُنیب[5]، ولی، ورع[6]، مُصلح، عابد، خائف[7]، اوّاب[8]، طیّب[9]، رضی[10]، تائب[11]، حامد[12]، راکع[13]، ساجد[14]، مسلم[15]، قانت[16]، صادق، صابر، خاشع[17]، مُتصدِّق[18]، صائم، عفیف[19]، ذاکر، و نحو ذٰلك.

جب برا کام کیا یہ خطابات ملے: فاجر، فاسق، عاصی[20]، مخالف[21]، مُسیئ[22]، مفسد[23]، خبیث[24]، مَسخُوط[25]، زانی، سارق[26]، قاتل، کاذب[27]، خائن[28]، لوطی، قاطع رحم[29]، متکبّر، ظالم، ملعون، جاہل، و غیر ذٰلك.

---

[1] انفال: ۵۳ [2] تعریف وعزت [3] برائی [4] نیک [5] رجوع کرنے والا
[6] پرہیزگار [7] ڈرنے والا [8] بار بار رجوع کرنے والا [9] پاک
[10] پسندیدہ [11] توبہ کرنے والا [12] تعریف کرنے والا [13] رکوع کرنے والا
[14] سجدہ کرنے والا [15] گردن جھکا دینے والا [16] صالح [17] عاجزی کرنے والا
[18] صدقہ کرنے والا [19] پاک دامن [20] نافرمان [21] دشمن [22] خطا کار
[23] فساد کرنے والا [24] ناپاک [25] غصہ کیا گیا [26] چور [27] جھوٹ بولنے والا
[28] خیانت کرنے والا [29] عزیزوں سے تعلق توڑنے والا

فصل ۲۴: شیاطین کا تسلّط

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے شیاطین اُس پر مسلّط ہوجاتے ہیں، کیونکہ طاعت ایک خداوندی قِلعہ ہے جس کے سبب اعدا [دشمن] کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے، جب قِلعہ سے باہر نکلا دشمنوں نے گھیر لیا، پھر وہ شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اُس میں تصرّف کرتے ہیں اور اس کے قلب وزبان، دست وپا [ہاتھ وپاؤں]، چشم وگوش [آنکھ وکان]، سب اَعضا کو معاصی میں غرق کردیتے ہیں۔

فصل ۲۵: اطمینان قلب سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے قلب کا اطمینان جاتا رہتا ہے، کچھ پریشان سا ہوجاتا ہے، ہر وقت کھٹکا [ڈر] لگا رہتا ہے کہ کسی کو خبر نہ ہوجائے، کہیں عزت میں فرق نہ آجائے، کوئی بدلہ نہ لینے لگے، میرے نزدیک معیشتِ ضَنک بمعنی تنگ کے یہی معنی ہیں۔

فصل ۲۶: مرتے وقت کلمہ طیّبہ سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے وہی دل میں بس جاتا ہے، یہاں تک کہ مرتے وقت کلمہ تک منہ سے نہیں نکلتا، بلکہ جو افعال حالتِ حیات میں غالب تھے وہی اس وقت بھی سرزد [واقع ہونا] ہوتے ہیں۔ ایک تاجر اپنے عزیز کی حکایت بیان کرتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ یہ بک رہا تھا کہ یہ کپڑا بڑا نفیس [عمدہ] ہے، یہ خریدار بہت خوش مُعاملہ [لین دین میں اچھا] ہے، آخر اسی حالت میں مرگیا۔

کسی سائل کی حکایت ہے: مرتے وقت کہتا تھا: اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اسی میں تمام ہوگیا۔ اسی طرح ایک شخص کو نزع [موت] کے وقت کلمہ پڑھانے لگے، کہنے لگا: آہ آہ! میرے منہ سے نہیں نکلتا، اور بہت سے حالات اس وقت کے ان کے ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتے، خدا جانے اور کیا گزرتی ہوگی، خدا کی پناہ!

فصل ۲۷: رحمت الٰہیہ سے نا اُمید ہونا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی ہوجاتی ہے اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے، کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہہ، اس نے گانا شروع کیا: تا تاتن تنا، اور کہنے لگا کہ جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ کوئی گناہ، تو میں نے چھوڑا نہیں، آخر کلمہ نہ پڑھا اور رخصت ہوا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھوانے لگے، بولا: اس کلمہ سے کیا ہوگا؟ میں نے کبھی نماز تک تو پڑھی ہی نہیں، وہ بھی یونہی مرا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھنے کو کہا، کہنے لگا: میں تو اس کلمہ کا منکر ہوں اور چل دیا۔ ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ کوئی میری زبان پکڑ لیتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا!

رجوع بہ مقصود

یہ چند مضرتیں [نقصانات] دنیوی جو گناہ کرنے سے لاحق ہوتی ہیں، اور علاوہ اُن کے بہت سے ضرر ظاہری و باطنی ہیں جو قرآن وحدیث میں غور کرنے سے اور خود دل میں سوچنے سے بہت جلد سمجھ میں آسکتے ہیں، اور آخرت میں جو مضرتیں ہیں وہ الگ رہیں، جو عنقریب مختصراً مذکور ہوں گی۔ (اِن شاء اللہ تعالیٰ) عاقل ہرگز پسند نہیں کرسکتا کہ ذراسی اِشتہائے کاذب [جھوٹی خواہش] کے لیے اِتنا بڑا پہاڑ مصائب اور کُلفتوں [تکلیفوں] کا اپنے سر پر لے۔ روزانہ معاملات میں جس چیز میں مفاسد اور مضرتیں غالب ہوتی ہیں آدمی اس کے پاس نہیں پھٹکتا، یہی برتاؤ معاصی کے ساتھ کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین! ثم آمین!

باب دوم

اس بیان میں کہ طاعت وعبادت واعمال صالحہ سے دنیا کا کیا نفع ہے

اعمال صالحہ کے دنیوی فوائد

علاوہ ان منافع کے جو ضمناً یا التزاماً اوپر مذکور ومفہوم ہو چکے، اس میں چند فصلیں ہیں:

فصل ۱: رزق میں بڑھوتری

اس بیان میں کہ طاعت سے رزق بڑھتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾[1]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر وہ لوگ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو نازل کی گئی ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے یعنی قرآن، (مراد یہ ہے کہ ان پر پورا پورا عمل رکھتے، تورات وانجیل پر عمل کرنا یہی ہے کہ حضرت سرور عالم ﷺ پر حسبِ عہد [وعدہ] تورات وانجیل کے ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرتے، اگر ایسا کرتے) تو البتہ کھاتے وہ لوگ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔ (اوپر سے کھانا یہ کہ بارش ہوتی اور نیچے سے یہ کہ غلّہ اُگتا)۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ احکامِ الٰہی پر عمل کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔

فصل ۲: برکتوں کا نزول

اس بیان میں کہ طاعت سے طرح طرح کی برکت ہوتی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[2]

---

[1] مائدہ: ۶۶ [2] اعراف: ۹۶

یعنی وہ لوگ اگر ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے، البتہ کھول دیتے ہم ان پر طرح طرح کی برکتیں آسمان سے اور زمین سے، لیکن اُنھوں نے تو جھٹلایا، پس پکڑ لیا ہم نے ان کو بسبب اُن اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔

یہ آیت مدعائے مذکور میں بالکل صریح الدلالت ہے۔

فصل ۳: تکالیف و پریشانیوں سے نجات

اس بیان میں کہ طاعت کرنے سے ہر قسم کی تکلیف و پریشانی دور ہوتی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ○ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ﴾[1]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، کردیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کے لیے نکلنے کی راہ یعنی ہر قسم کی دشواری و تنگی سے اُن کو نجات ملتی ہے اور رزق عنایت فرماتے ہیں اُس کو ایسی جگہ سے کہ وہ گمان بھی نہیں کرتا، اور جو بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر، وہ اُس کو کافی ہوجاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بہ برکت تقویٰ ہر قسم کی دشواری سے نجات ہوتی ہے۔

فصل ۴: حصول مقاصد میں آسانی

اس بیان میں کہ طاعت سے مقاصد میں آسانی ہوتی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا﴾[2]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، کردیتے ہیں اسکے لیے اسکے کام میں آسانی۔

مطلب مذکور پر صاف دلالت موجود ہے۔

فصل ۵: پاکیزہ زندگی

اس بیان میں کہ طاعت سے زندگانی مزیدار ہوجاتی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً﴾[3]

---

[1] طلاق: ۲، ۳ [2] طلاق: ۴ [3] نحل: ۹۷

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو شخص عمل کرتا ہے نیک، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان والا ہو، پس البتہ زندگانی دیں گے ہم اُن کو زندگی سُتھری یعنی بالُطف ولذت۔

فی الواقع کھلی آنکھوں یہ بات نظر آتی ہے کہ ایسے لوگوں کا سا لُطف و راحت بادشاہوں کو بھی میسّر نہیں۔

فصل ۶: بارش کا ہونا اور مال واولاد میں اضافہ

اِس بیان میں کہ طاعت سے بارش ہوتی ہے، مال بڑھتا ہے، اولاد ہوتی ہے، باغ پھلتا ہے، نہروں کا پانی زیادہ ہوتا ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾[1]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، بے شک وہ بڑے بخشنے والے ہیں، بھیجیں گے بارش تم پر بہتی ہوئی، اور زیادہ کریں گے تمہارے اموال واولاد، اور مقرر کریں گے تمہارے لیے باغ، اور مقرر کریں گے تمہارے لیے نہریں۔

فصل ۷: برکات کا نزول اور بلاؤں سے حفاظت

اِس بیان میں کہ ایمان لانے سے خیر اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾[2]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تحقیق اللہ تعالیٰ دفع کردیتے ہیں (یعنی تمام آفات وشرور [مصیبتوں اور برائیوں] کو) اُن لوگوں سے جو ایمان لائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اُن کے لیے حامی و مددگار رہنا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾[3]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اللہ تعالیٰ مددگار ہیں ایمان والوں کے۔

فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اُن کے دلوں کو قوی رکھو۔

---

[1] نوح: ۱۰-۱۲ [2] حج: ۳۸ [3] بقرہ: ۲۵۷

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِذْ يُوْحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾[۱]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اس وقت کو یاد کرو جب کہ حکم فرماتے تھے تمہارے پروردگار فرشتوں کو کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔

عزت و بلندی کا ملنا

سچی عزت عنایت ہونا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾[۲]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی عزت، اور ان کے رسول ﷺ کیلئے، اور ایمان والوں کیلئے۔

مراتب بلند ہونا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾[۳]

یعنی اللہ تعالیٰ مراتب بلند کریں گے ان لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے۔

دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جانا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾[۴]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے، بہت جلد پیدا کر دیں گے اللہ تعالیٰ ان کی محبت۔

ایک حدیث میں بھی یہی مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں اول فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فلاں شخص سے محبت کرو پھر دنیا میں منادی کی جاتی ہے:

فَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِى الْاَرْضِ.[۵]

یعنی مقرر کی جاتی ہے اس کے لیے قبولیت دنیا میں۔

اُس کی قبولیت کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حیوانات و جمادات تک اس شخص کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد زِ حکم تو ہیچ
تو خدا کے حکم سے گردن مت پھیر   تیرے حکم سے کوئی گردن نہ پھیرے گا

---

۱ انفال:۱۲   ۲ منافقون:۸   ۳ مجادلہ:۱۱   ۴ مریم:۹۶   ۵ مشکوٰۃ، رقم:۵۰۰۵

قرآن مجید کا اس کے حق میں شفا ہونا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ﴾[1]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کہہ دیجیے کہ وہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے۔

اسی طرح ایمان سے تمام بھلائیاں اور نعمتیں میسّر ہوتی ہیں، نصوصِ فضائلِ ایمان میں تتبّع کرنے سے اس دعوے کی تصدیق ہوسکتی ہے۔

فصل ۸: مالی نقصان کا تدارک

اِس بیان میں کہ طاعت کرنے سے مالی نقصان کا تدارک ہوجاتا اور نِعْمُ البدل [اچھا بدلہ] مل جاتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾[2]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے ان قیدیوں سے جو آپ کے قبضہ میں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان معلوم کریں گے، تو جو مال تم سے لیا گیا ہے اُس سے بہتر تم کو عنایت کردیں گے، اور تمہارے گناہ بھی بخش دیں گے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

فائدہ: یہ آیت بدر کے قیدیوں کے حق میں اُتری جن سے بطورِ فدیہ کے کچھ مال لیا گیا تھا، اُن سے وعدہ ٹھہرا کہ اگر تم سچّے دل سے ایمان لاؤ گے تو تم کو پہلے سے بہت زیادہ مل جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فصل ۹: شکر کرنے پر نعمت میں اضافہ

اس بیان میں کہ طاعت کرنے سے روز بروز نعمتوں کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ﴾[3]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر تم شکر کروگے البتہ زیادہ دوں گا تم کو۔

---

[1] حٰمٓ السجدہ: ۴۴ [2] انفال: ۷۰ [3] ابراہیم: ۷

فصل ۱۰: خیرات کرنے سے مال میں برکت

اس بیان میں کہ طاعت میں مال خرچ کرنے سے مال بہت بڑھتا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾[1]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو جس سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتے ہو پس یہ لوگ دونا کرنے والے ہیں۔ یعنی مال کو دنیا میں اور اجر کو آخرت میں۔

فصل ۱۱: اطمینان قلب کا حصول

اِس بیان میں کہ طاعت کرنے سے قلب میں ایک راحت و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے، جس کی لذت کے رُو بہ رُو [سامنے] ہفتِ اقلیم [ساتوں براعظم] کی سلطنت گرد ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾[2]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: آگاہ ہو جاؤ اللہ ہی کی یاد سے چین پاتے ہیں دل۔

قال العارف الشیرازی رحمہ اللہ

بہ فراغ دل زمانے نظر بماہروے بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

خالی دل کے ساتھ کسی حسین چہرہ کو ایک وقت ایک بار دیکھ لینا شاہی چھتر اور تمام دن کے شور مچانے سے بہتر ہے۔

ایک اور بزرگ نے سنجر بادشاہ ملک نیمروز کو اس کے خط کے جواب میں لکھا تھا:

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد درِ دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانگہ کہ یافتم خبراز ملکِ نیم شب من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

شاہ سنجر کے چھتر کی طرح میرے بخت کا چہرہ بھی سیاہ ہو جائے، اگر میرے دل میں ملک سنجر کی خواہش ہو، جس وقت سے مُلکِ نیم شب کی مجھے خبر ملی تو میں نے ارادہ کر لیا کہ میں ایک جَو کے عوض میں بھی مُلکِ نیمروز کو نہیں خریدوں گا۔

---

[1] روم: ۳۹ [2] رعد: ۲۸

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر جنتی لوگ ایسے حال میں ہیں جس حال میں ہم ہیں، تب تو وہ بڑے مزے دار عیش میں ہیں۔ دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ افسوس! یہ غریب دنیا دار، دنیا سے رخصت ہو گئے، نہ انھوں نے عیش دیکھا نہ مزہ۔ تیسرے صاحب فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ ہماری لذت سے واقف ہو جائیں تو مارے رشک کے ہم پر تیغ زنی کرنے [تلوار چلانے] لگیں۔ کبھی یہاں تک اس لذت کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ اس کو جنّت پر ترجیح دیتے ہیں، بلکہ لذتِ قربِ کے رہتے دوزخ میں جانے پر راضی ہو جاتے ہیں، اور جو یہ لذت نہیں تو جنّت کو ہیچ [کم] قرار دیتے ہیں۔ قال العارف الرومی رحمہ اللہ ؎

هر کُجا دل بر بود خرم نشیں　　فوقِ گردون است نے قعرِ زمیں
هر کُجا یوسف رُخے باشد چو ماه　　جنّت است آں گرچہ باشد قعرِ چاه
باتو دوزخ جنّت ست اے جاں فزا　　بے تو جنّت دوزخ است اے دل رُبا

جس جگہ محبوب تشریف فرما ہوں عاشق کے نزدیک وہ جگہ آسمان سے بھی اونچی ہے، زمین کا گڑھا نہیں۔ جس جگہ کوئی چہرۂ یوسفی چاند کی طرح روشن ہو وہ جگہ جنّت ہے، اگر چہ وہ کنواں کی گہرائی کیوں نہ ہو۔ اے محبوب! تیری معیّت میں دوزخ بھی جنّت کی طرح ہے، اور تیرے بغیر جنّت بھی دوزخ کی طرح ہے۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ لذت کس غضب کی ہوگی۔

فصل ۱۲: والدین کی نیکی سے اولاد کو نفع پہنچنا

اس بیان میں کہ طاعت کی برکت سے اس شخص کی اولاد تک کو نفع پہنچتا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فی قصۃ الخضر علیہ السلام: ﴿وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾[1]

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے جو وہ دیوار بِلا اُجرت درست کر دی وہ یتیم بچوں کی تھی جو شہر میں رہتے ہیں، اور اُس دیوار کے نیچے اُن کا ایک خزانہ گڑا [دفن] ہے، اور ان کا باپ بزرگ

[1] کہف: ۸۲.

آدمی تھا، پس خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ یہ دونوں اپنی جوانی پر پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ بوجہ مہربانی کے ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے۔

اس قصّہ سے معلوم ہوا کہ اُن لڑکوں کے مال کی حفاظت کا حکم خضر علیہ السلام کو اس سبب سے ہوا کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ سبحان اللہ! نیکوکاری کے آثار نسل میں بھی چلتے ہیں، آج کل لوگ اولاد کے لیے طرح طرح کے سامان، جائیداد، روپیہ وغیرہ وغیرہ چھوڑ جانے کی فکر کرتے ہیں، سب سے زیادہ کام کی جائیداد یہ ہے کہ خود نیک کام کریں کہ اس کی برکت سے اولاد سب بلاؤں سے محفوظ رہے۔

فصل ۱۳: قبل از موت بشارتوں کا ملنا

اس بیان میں کہ طاعت سے زندگانی میں غیبی بشارتیں نصیب ہوتی ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾[1]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کچھ ڈر ہے، نہ وہ مغموم [پریشان] ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے، ان کے لیے خوشخبری ہے زندگانی دنیا میں اور آخرت میں۔

حدیث شریف میں اس کی تفسیر وراد ہوئی ہے کہ بشریٰ سے مراد اچھا خواب ہے جس سے دل خوش ہوجاوے، مثلاً: خواب میں دیکھا کہ بہشت [جنّت] میں چلا گیا، یا اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا، یا اس طرح کا اور خواب دیکھ لیا جس سے امید کو قوت اور قلب کو فرحت [خوشی] ہوگئی۔

فصل ۱۴: مرتے وقت فرشتوں کی طرف سے خوش خبری

اس بیان میں کہ طاعت سے فرشتے مرتے وقت خوش خبری سناتے ہیں۔

---

[1] یونس: ۶۲-۶۴

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝﴾[1]

یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارے رب اللہ تعالیٰ ہیں، پھر وہ مستقیم [درست] رہے، اُترتے ہیں اُن لوگوں پر فرشتے (یعنی وقت مرنے کے، جیسا مفسّرین نے فرمایا) کہ تم نہ خوف کرو، نہ غم کرو، اور بشارت سنو بہشت کی جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے، ہم تمہارے حامی و مددگار ہیں زندگانی دنیا میں اور آخرت میں، اور بہشت میں وہ چیزیں ہیں جو خواہش کریں گے تمہارے نفس، اور تمہارے لیے اس میں وہ چیزیں ہیں جو تم مانگو گے، بطور مہمانی کے، بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

دیکھیے! اِس آیت میں حسبِ تفسیرِ محقّقین مذکور ہے کہ مرتے وقت فرشتے کیا کیا خوشی کی باتیں سناتے ہیں۔

فصل ۱۵: حاجت روائی میں مدد

اس بیان میں کہ بعض طاعات سے حاجت روائی میں مدد ملتی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾[2]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: مدد چاہو یعنی اپنے حوائج میں (كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُوْنَ) صبر اور نماز سے۔

حدیث شریف میں اِس اِستعانت [مدد طلب کرنے] کا ایک خاص طریق وارد ہوا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

جس شخص کو کسی قسم کی حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے یا آدمی سے، اس کو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کہے مثلاً: سورۂ فاتحہ پڑھ لے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے، پھر یہ دعا پڑھے:

---

[1] حم السجدۃ: ۳۰-۳۲　[2] بقرہ: ۴۵

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

فصل ۱۶: تردّد کا دور ہونا/ استخارہ کا طریقہ

اس بیان میں کہ بعض طاعات کا یہ اثر ہے کہ کسی معاملے میں یہ تردّد [اُلجھن] کہ کیوں کر کرنا بہتر ہوگا، رفع ہو جاتا ہے، اور اسی جانب رائے قائم ہو جاتی ہے جس میں سراسر نفع و خیر ہی ہو، احتمالِ ضرر بالکل نہیں رہتا، گویا اللہ تعالیٰ سے مشورہ مل جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب تم کو کسی کام میں تردّد ہو یعنی سمجھ میں نہ آتا ہو کہ کس طرح کرنا بہتر ہوگا مثلاً: کسی سفر کی نسبت تردّد ہو کہ اس میں نفع ہوگا یا نقصان، اسی طرح اور کسی کام میں تردّد ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ.

اور ایک روایت میں بجائے[1] فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ کے یہ الفاظ ہیں:[2]

"عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ"

فَاقْدِرْهُ لِيْ، وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ.

یہاں بھی وہی دوسری روایت ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ.[3] اپنے

---

[1] یہ حدیث مشکوٰۃ شریف سے نقل کی گئی ہے۔ [2] پڑھنے والے کو اختیار ہے جو لفظ چاہے پڑھے۔

[3] مشکوٰۃ، رقم: ۱۳۲۳

کام کا نام بھی لے،[۱] یعنی بجائے هَذَا الْأَمْرَ کے کہے مثلاً: هَذَا السَّفَرَ، یا هَذَا النِّكَاحَ، یا مثل اس کے۔

فصل ۱۷: تمام مُہمّات میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری

بعض طاعات میں یہ اثر ہے کہ اس سے تمام مُہمّات [مشکلات] کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ فرما لیتے ہیں، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء و ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حکایت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم میرے لیے شروع دن میں چار رکعت پڑھ لیا کر میں ختم دن تک تیرے سارے کام بنا دیا کروں گا۔[۲]

فصل ۱۸: مال میں برکت

بعض طاعات میں یہ اثر ہے کہ مال میں برکت ہوتی ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اگر سچ بولیں بائع و مشتری اور ظاہر کر دیں اپنے مال کی حالت، برکت ہوتی ہے دونوں کے لیے اُن کے معاملے میں، اگر پوشیدہ رکھیں اور جھوٹ بولیں، محو ہو جاتی ہے برکت دونوں کے معاملہ کی۔[۳]
روایت کیا اس کو بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے۔

فصل ۱۹: سلطنت کا باقی رہنا

دینداری سے بادشاہی باقی رہتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یہ اَمرِ خلافت و سلطنت ہمیشہ قریش میں رہے گا، جو شخص اُن کی مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو منہ کے بل گرا دے گا، جب تک کہ وہ لوگ دین کو قائم رکھیں۔[۴]

فصل ۲۰: غضب الٰہی اور سوء خاتمہ سے حفاظت

بعض طاعاتِ مالیہ سے اللہ تعالیٰ کا غصّہ بجھتا ہے اور بری حالت پر موت نہیں آتی، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] یا فقط دل میں سوچ لے۔ [۲] مشکوٰۃ، رقم: ۱۳۱۳ [۳] بخاری، رقم: ۲۱۱۴ [۴] مشکوٰۃ، رقم: ۵۹۸۲

نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ بجھا تا ہے پروردگار کے غصّہ کو اور دفع کرتا ہے بری موت کو۔[۱]
یعنی جس میں خواری [رسوائی] و فضیحتی [ذلت] ہو یا خاتمہ برا ہو۔ نعوذ باللہ!

فصل ۲۱: عمر میں برکت

دعا سے بلا ٹلتی ہے اور نیکی کرنے سے عمر بڑھتی ہے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں ہٹاتی قضا [تقدیر] کو مگر دعا[۲] اور نہیں بڑھاتی عمر کو مگر نیکی۔[۳] روایت کیا اس کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲۲: تمام حاجتوں کا پورا ہونا

سورۂ یٰسین پڑھنے سے تمام کام بن جاتے ہیں، عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۂ یٰسین پڑھے شروع دن میں پوری کی جائیں گی اس کی تمام حاجتیں۔[۴] روایت کیا اس کو دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲۳: فقر و فاقہ سے حفاظت

سورۂ واقعہ پڑھنے سے فاقہ نہیں ہوتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص کہ سورۂ واقعہ پڑھا کرے ہر شب میں نہ پہنچے گا اس کو فاقہ کبھی۔[۵]
روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

فصل ۲۴: تھوڑے کھانے میں برکت

ایمان کی برکت سے تھوڑے کھانے میں آسودگی ہوجاتی ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کھانا بہت کھایا کرتا تھا، پھر وہ مسلمان ہوگیا تو تھوڑا کھانے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[۱] مشکوٰۃ، رقم: ۱۹۰۹　[۲] اس حدیث سے تقدیر کا انکار لازم نہیں آیا، یہ اثر بھی تقدیر سے ہے۔
[۳] مشکوٰۃ، رقم: ۲۲۳۳　[۴] مشکوٰۃ، رقم: ۲۱۷۷　[۵] مشکوٰۃ، رقم: ۲۱۷۷

خدمت میں اس کا ذکر ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں۔[۱] روایت کیا اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲۵: بیماری سے حفاظت

بعض دعاؤں میں یہ برکت ہے کہ بیماری لگنے یا اور بلا پہنچنے کا خوف نہیں رہتا، حضرت عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص کسی مبتلائے غم یا مرض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا.[۲]

سو وہ ہرگز اس شخص کو نہ پہنچے گی خواہ کچھ ہی ہو، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فصل ۲۶: افکار کا زائل ہو جانا

بعض دعاؤں میں یہ برکت ہے کہ فکریں زائل ہو جاتی ہیں اور قرض ادا ہو جاتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ کو بہت سے افکار اور قرض نے گھیر لیا، آپ نے ارشاد فرمایا: تجھ کو ایسا کلام بتلا دوں کہ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تیری ساری فکریں دور کر دے، اور تیرا قرض بھی ادا کر دے، اس شخص نے عرض کیا بہت خوب! فرمایا: صبح و شام یہ کہا کر:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.[۳]

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے یہی کیا، سو میری ساری غم و فکریں بھی جاتی رہیں اور قرض بھی ادا ہو گیا۔ روایت کیا ابو داؤد نے۔

فصل ۲۷: سحر و جادو سے حفاظت

بعض دعا ایسی ہے کہ سحر وغیرہ کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے، حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے

---

[۱] مشکوٰۃ، رقم: ۲۱۸۱ [۲] مشکوٰۃ، رقم: ۳۴۳۱ و ترمذی، رقم: ۲۴۲۹ [۳] مشکوٰۃ، رقم: ۲۴۴۸

ہیں کہ چند کلمات کہ اگر میں نہ کہتا رہتا تو یہود مجھ کو گدھا بنا دیتے، کسی نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ انھوں نے یہ بتلائے:

اَعُوْذُ بِوَجْهِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَيْسَ شَيْءٌ اَعْظَمُ مِنْهُ، وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ، وَّبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ.[1]

روایت کیا اس کو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے۔

اِسی طرح طاعات میں اور بے شمار فوائد و منافع ہیں جو قرآن شریف و حدیث شریف میں اور روزانہ مُعاملات میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں، اور ہم تو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہیں اُن کی زندگی ایسی حلاوت ولطف سے بسر ہوتی ہے کہ اس کی نظیر اُمرا [مال داروں] میں نہیں ملتی، اُن کے قلیل میں برکت ہوتی ہے، اُن کے دلوں میں نورانیت ہوتی ہے جو اصلی مایۂ سرور ہے۔ یا الٰہی! سب کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائیے، اور اپنی رضا مندی و قرب نصیب فرمائیے۔

---

[1] مشکوٰۃ، رقم: ۲۴۷۹

باب سوم

اس بیان میں کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیسا قوی تعلّق ہے

جاننا چاہیے کہ کتاب وسنت اور کشف[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس عالمِ دنیا کے دو عالم اور ہیں، ایک کو برزخ [مرنے کے بعد قیامت تک کا زمانہ] اور دوسرے کو عالمِ غیب کہتے ہیں، اور ہماری مراد آخرت سے مفہومِ عام ہے دونوں کو شامل ہے، تو جس وقت آدمی کوئی عمل کرتا ہے وہ فوراً عالم برزخ میں منعکس ہو کر چھپ جاتا ہے، اور اس وجود پر کچھ آثار بھی مرتّب ہوتے ہیں، اس عالم کا نام قبر بھی ہے، پھر انھیں اعمال کا ایک وقت میں کامل ظہور ہوگا جس کو یومِ حشر ونشر کہتے ہیں۔

اعمال کے مراتب وجودی

سو ہر عمل کے مراتبِ وجودی تین ہوئے: صدور، ظہورِ مثالی، ظہورِ حقیقی۔ اس مضمون کو فوٹو فون سے سمجھنا چاہیے، جب آدمی کوئی بات کرتا ہے اس کے تین مرتبے ہوتے ہیں، ایک مرتبہ یہ کہ وہ بات منہ سے نکلی، دوسرا مرتبہ یہ کہ فوراً فوٹو فون میں وہ الفاظ بند ہو گئے، تیسرا مرتبہ یہ کہ جب اس سے آواز نکالنا چاہیں وہی آواز بعینہٖ پیدا ہو جائے، سو منہ سے نکلنا عالمِ دنیا کی مثال ہے، اِس میں بند ہونا عالمِ برزخ کی، پھر اس سے نکلنا عالمِ غیب کی، سو جیسا کوئی عاقل شک نہیں کرتا کہ الفاظ منہ سے نکلتے ہی فوٹو فون میں بند ہو جاتے ہیں، اور اس میں بھی شک نہیں کرتا کہ نکالنے کے وقت وہی بات نکلے گی جو اوّل منہ سے نکلی تھی اس کے خلاف نہ نکلے گی۔ اسی طرح مومن کو اس میں شک نہ کرنا چاہیے کہ جس وقت کوئی عمل اس سے صادر ہوتا ہے فوراً وہ عالم مثال میں مُنقّش ہوتا ہے اور آخرت میں اس کا ظہور ہوگا، اس بنا پر یقین ہو گیا کہ آخرت کا

[1] الہام والقا، اصطلاح تصوف میں وہ قلبی کیفیت جس کے ذریعے پوشیدہ اُمور کا علم ہو جاتا ہے۔

سلسلہ بالکل ہماری اختیاری حالت پر مبنی ہے کوئی وجہ مجبوری کی نہیں،[۱] سو جیسے فوٹو فون کے قُرب و مُحاذات کے وقت ایک ایک بات کا خیال رہتا ہے کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے، کوئی ایسی بات نہ نکل جاوے جس کا اظہار میں اُس شخص کے رُو بہ رُو [آمنے سامنے] پسند نہیں کرتا جسکے سامنے یہ فوٹو فون بعد میں کھولا جائے گا، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس وقت مجالِ انکار نہ ہوگا، کیوں کہ اس آلہ کا یہ یقینی خاصّہ [خاص وصف] ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کہا کچھ اور بند ہو گیا اور کچھ۔ اِسی طرح صدورِ اعمال کے وقت اس اَمر کا خیال رہنا چاہیے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں کہیں جمع ہوتا ہے اور بِلا کمی و بیشی ایک روز کھل پڑے گا، اور اس وقت کوئی عذر، حیلہ، احتمال کمی و بیشی کا نہ چل سکے گا اور اگر یہ خیال غالب ہو جائے تو گناہ کرنے سے ایسا اندیشہ [خوف] ہو جیسا فوٹو فون کے رُو بہ رُو گالیاں دینے سے جب کہ یقین ہو کہ بادشاہ کے رُو بہ رُو کھولا جائے گا، اور میں بھی اس وقت حاضر ہوں گا۔

یا دوسری موٹی مثال سمجھیے: درخت پیدا ہونے میں تین مرتبے ہیں، اوّل تخم [بیج] ڈالنا، دوسرے اس کا زمین سے نکلنا، تیسرے بڑا ہو کر پھل پھول لگنا، سو عاقل سمجھتا ہے کہ درخت کا نکلنا اور اس میں پھل پھول آنا ابتدائی کارخانہ نہیں ہے، بلکہ اسی تخم پاشی [بیج بونے] پر مبنی ہے، اسی طرح دنیا میں عمل کرنا بمنزلہ تخم پاشی کے ہے اور آثار برزخی کا ظاہر ہونا بمنزلہ درخت نکلنے کے ہے، آثار آخرت کا ظاہر ہونا اس میں پھل پھول لگنا ہے، ثمراتِ برزخ و آخرت بالکل انھیں اعمال اختیاریہ پر مبنی ٹھہرے، جیسا جَو [ایک قسم کا اناج] بُو کر کبھی توقع نہیں ہوتی کہ گیہوں پیدا ہوگا، اسی طرح اعمالِ بد کر کے کیوں توقع ہوتی ہے کہ ثمراتِ نیک شاید ہم کو مل

---

[۱] اور یہ شبہ نہ ہو کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی جنّت ایک بالشت رہ جاتی ہے پھر تقدیر غالب آتی ہے اور یہ شخص دوزخی ہو جاتا ہے، اِسی طرح دوزخی سے جنّتی، اِس سے تو صاف مجبوری معلوم ہوتی ہے؟ جواب یوں سمجھو کہ یہ غلبہ تقدیر کا تمام امور اختیاریہ میں واقع ہوا کرتا ہے، بعض اوقات خوب علاج کرتے ہیں اور غلبہ تقدیر سے مریض مر جاتا ہے، مگر پھر بھی صحت کو علاج پر مرتب سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے۔ اصل یہ ہے کہ اعتبار اکثری معاملات کا ہوتا ہے، اتفاقِ شاذّہ پر حکم نہیں لگایا جاتا، سو یہ صورت اتفاقی ہے ورنہ اکثر جنّتی سے جنّت کے اعمال، دوزخی سے دوزخ کے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی﴾ .....(لیل:۵)

جائیں؟ اسی مقام سے یہ مضمون سمجھ میں آ گیا ہوگا ''اَلدُّنیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ'' ایک بزرگ کا قول ہے ؎

گندم از گندم بروید جَو زِ جَو   از مُکافاتِ عمل غافل مشو

گندم سے گندم اور جو سے جو برآمد ہوتا ہے، لہٰذا پاداش عمل سے غافل نہ ہو۔

اور جس طرح تخمِ جَو اور درختِ جَو میں مماثلت نہیں ہوتی، مگر معنوی مناسبت یقینی ہے جس کو اہلِ نظر سمجھتے ہیں، اسی طرح اعمال اور جزا میں خفی مناسبت ہے جس کے سمجھنے کے لیے بصیرت کی ضرورت ہے، باقی جس طرح درختِ جَو کے پہچاننے والوں کا قول قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے اور اُن سے اس حکم میں مُنازعت نہیں کی جاتی خواہ مناسبت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اسی طرح ثمراتِ اعمال کو پہچان کر بتلانے والوں کا (یعنی انبیا علیہم السلام اور اولیا رحمۃ اللہ علیہم کا) ارشاد واجب القبول ہے، خواہ مناسبت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

موت کے بعد اعمال کے ثمرات

اب ہم بعض اعمال کے ثمرات جو موت کے بعد پیش آئیں گے خواہ برزخ میں یا آخرت میں، ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کارخانۂ بعد الموت ابتدائی کارخانہ نہیں بلکہ اسی کارخانہ پر مرتب و مسبّب ہے، اس کے بعد بعض اہلِ معانی کے اقوال سے بعض اعمال و ثمرات کی مناسبت کو تمثیلاً ذکر کریں گے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہاں جو کچھ ہے یہاں کا ظہور اور تمثیل ہے اور یہ ارشادات سمجھ میں آ جاویں:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾[1]

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾[2]

---

[1] وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہے ایک تاک لگانے والا تیار۔ (قٓ:۱۸)

[2] سو جو شخص ذرّہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرّہ برابر بھی بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (زلزال:۷،۸)

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝﴾[1]

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۝﴾[2]

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۝﴾[3]

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾[4] (وغيرها من الأيات)

فصل ۱: بعض اعمال کے آثارِ برزخیہ اور صورتِ مثالی

بعض اعمال کے آثارِ [علامات] بَرْزَخِیّہ میں جس سے اُن اعمال کی صورتِ مثالیہ منکشف ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ثمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے[5] کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرماتے کہ تم نے شب کو کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟ جو شخص کوئی خواب عرض کرتا آپ اس کی تعبیر ارشاد فرماتے۔ اسی طرح حسب معمول ایک روز صبح کے وقت ارشاد فرمایا کہ آج رات ہم نے ایک خواب دیکھا ہے، دو شخص میرے پاس آئے مجھ کو اٹھا کر کہا چلو، میں اُن کے ساتھ چلا، ایک شخص پر ہمارا گزر ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور دوسرا

---

[1] اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسکو حاضر کردینگے، اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ (انبیا: ۴۷)

[2] اور کہتے ہونگے ہائے ہماری کم بختی! اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ قلم بند کیے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ، اور جو کچھ اُنہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے، اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ (کہف: ۴۹)

[3] جس روز کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو بھی، اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اُس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دُور دراز کی مسافت ہوتی۔ (آل عمران: ۳۰) [4] اللہ تعالی ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷) [5] یہ حدیثِ خواب کافی سے نقل ہے۔

شخص اُس کے پاس ایک پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کے سر پر زور سے مارتا ہے جس سے اُس کا سر کچل جاتا ہے اور پتھر آگے کو لڑھک جاتا ہے، وہ جا کر پتھر کو پھر اُٹھا لاتا ہے، اور یہ ابھی لوٹنے نہیں پاتا کہ اس کا سر اچھا ہو جاتا ہے جیسا پہلے تھا وہ آ کر پھر اُسی طرح کرتا ہے۔

میں نے ان دو شخصوں سے تعجباً کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ اُنھوں نے کہا: چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک شخص پر گزر ہوا جو چت [پیٹھ کے بل] لیٹا ہے اور دوسرا شخص اُس کے پاس لوہے کا زنبور [ایک اوزار جس کا منہ آگے سے گول ہوتا ہے] لیے کھڑا ہے اور اس لیٹے ہوئے شخص کے منہ کے ایک جانب آ کر اسکا کلّہ اور نتھنا اور آنکھ گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے، پھر دوسری طرف آ کر اِسی طرح کرتا ہے اور اس جانب سے فارغ نہیں ہونے پاتا کہ وہ جانب اچھی ہو جاتی ہے، پھر اُس طرف جا کر اِسی طرح کرتا ہے۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے: چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک تنور پر پہنچے، اُس میں بڑا شور وغل ہو رہا ہے، ہم نے اُس میں جھانک کر دیکھا تو اُس میں بہت سے مرد و عورت ننگے ہیں اور ان کے نیچے سے ایک شعلہ آتا ہے، جب وہ اُن کے پاس پہنچتا ہے اُس کی قوت سے یہ بھی اونچے اُٹھ آتے ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ وہ دونوں بولے: چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک نہر پر پہنچے جو کہ خون کی طرح لال تھی اور اُس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک اور شخص ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں، وہ شخص تیرتا ہوا اِدھر کو آتا ہے یہ شخص اُس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے جس کے صدمہ سے پھر وہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتا ہے، پھر وہ تیر کر نکلتا ہے یہ شخص پھر اُسی طرح اُس کو ہٹا دیتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے: چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک شخص پر گذر ہوا، بڑا ہی بدشکل ہے کہ کبھی ایسا کوئی نظر سے نہ گذرا ہوگا، اور اس کے سامنے آگ ہے اُس کو جلا رہا ہے اور اُس کے گرد پھر رہا ہے۔

میں نے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ کہنے لگے: چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک گنجان باغ میں پہنچے جس میں ہر قسم کے بہاری (موسم بہار کے) شگوفے [بن کھلے پھول] تھے اور اس باغ کے

درمیان ایک شخص نہایت دراز قد، جن کا سر اونچائی کے سبب دکھائی نہیں پڑتا، بیٹھے ہیں اور اُن کے آس پاس بڑی کثرت سے بچے جمع ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ باغ کیا ہے اور یہ لوگ کون ہیں؟ کہنے لگے: چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک عظیم الشان درخت پر پہنچے کہ اُس سے بڑا اور خوب صورت درخت کبھی میں نے نہیں دیکھا، اُن دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ اِس پر چڑھو، ہم اُس پر چڑھے تو ایک شہر ملا کہ اُس کی عمارت میں ایک ایک اینٹ سونے کی، ایک ایک اینٹ چاندی کی لگی ہے، ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اُس کو کھلوایا وہ کھول دیا گیا، ہم اُس کے اندر گئے، ہم کو چند آدمی ملے جن کا آدھا بدن ایک طرف کا تو نہایت خوب صورت اور آدھا بدن نہایت بدصورت، وہ دونوں شخص اُن لوگوں سے بولے: جاؤ اس نہر میں گر پڑو اور وہاں ایک چوڑی نہر جاری ہے، پانی سفید ہے جیسا دودھ ہوتا ہے، وہ لوگ جا کر اس میں گر گئے، پھر ہمارے پاس جو آئے تو بدصورتی بالکل جاتی رہی۔

پھر اُن دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا: یہ "جنّت عدن" ہے اور دیکھو! تمہارا گھر وہ رہا، میری نظر جو اُوپر بلند ہوئی تو ایک محل ہے جیسے سفید بادل، کہنے لگے: یہی تمہارا گھر ہے، میں نے دونوں سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے مجھ کو چھوڑ دو میں اِس کے اندر چلا جاؤں، کہنے لگے: ابھی نہیں، بعد میں جاؤ گے۔

(1) میں نے اُن سے کہا: آج رات بھر بہت عجیب تماشے دیکھے! آخر یہ کیا چیزیں تھیں؟ وہ بولے: ہم ابھی بتلاتے ہیں، وہ جو شخص تھا جس کا سر پتھر سے کچلتا دیکھا، وہ ایسا شخص ہے جو قرآن مجید حاصل کر کے اس کو چھوڑ کر فرض نماز سے غافل ہو کر سو رہتا تھا۔

(2) اور جس شخص کے کلّے اور نتھنے اور آنکھ گدی سے چیرتے دیکھا، یہ وہ شخص ہے کہ صبح کو گھر سے نکلتا اور جھوٹی باتیں کیا کرتا جو دُور دُور پہنچ جاتیں۔

(3) اور وہ جو ننگے مرد وعورت تنور میں نظر آئے یہ زنا کرنے والے مرد وعورت ہیں۔

(4) اور جو شخص نہر میں تیرتا تھا اور اس کے منہ میں پتھر بھرے جاتے تھے یہ سود خور ہے۔

(5) اور جو وہ بدشکل آدمی آگ جلاتا ہوا اور اس کے گرد دوڑتا ہوا دیکھا وہ مالک داروغہ [نگراں] دوزخ کا ہے۔

اور جو دراز قد قامت شخص باغ میں دیکھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، اور جو بچے ان کے آس پاس دیکھے یہ وہ بچے ہیں جن کو فطرت پر موت آ گئی۔

کسی مسلمان نے دریافت کیا: یارسول اللہ! مشرکین کے بچے بھی؟

آپ نے فرمایا: ہاں! مشرکین کے بچے بھی۔

اور وہ جو لوگ تھے جن کا نصف بدن خوب صورت اور نصف بدن بدصورت تھا یہ وہ لوگ ہیں کہ کچھ عمل نیک کیے تھے اور کچھ بد کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔[1] فقط

اس حدیث سے اُن اعمال کے آثار واضح ہوئے، اور مناسبتیں گو خفی ہیں مگر ذرا تامل [غور] سے سمجھ میں آسکتی ہیں، مثلاً: جھوٹ بولنے اور کلّے چیرے جانے میں مناسبت ظاہر ہے، اور زنا کرنے سے جو آتشِ شہوت تمام بدن میں پھیل جاتی ہے اُس میں اور آتشِ عُقوبت [سزا کی آگ] کے محیط ہو جانے [گھیر لینے] میں مناسبت ظاہر ہے اور زنا کے وقت برہنہ ہو جاتے ہیں اور جہنّم میں برہنہ ہو جانا اس میں مناسبت ظاہر ہے، علیٰ ہذا القیاس سب اعمال کو اِسی طرح سوچ لینا چاہیے۔

فصل ۲: زکوٰۃ نہ دینے کی سزا بروز قیامت

جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ سانپ کی شکل بن کر اُس کے گلے میں بطور طوق کے ڈالا جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں ہے کوئی شخص جو نہ دیتا ہو زکوٰۃ اپنے مال کی مگر یہ کہ ڈال دیں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں ایک اژدھا، پھر آپ نے اس کی تائید کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾[2]

روایت کیا اس کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

---

[1] مشکوٰۃ، رقم: ۴۶۲۱ [2] آل عمران: ۱۸۰۔ مشکوٰۃ، رقم: ۱۷۹۲

فصل ۳: بدعہدی کی سزا بروز قیامت

بدعہدی بشکل جھنڈے کے متمثل ہو کر قیامت کے دن موجب رسوائی ہوگی۔ عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے: جو شخص پناہ دے کسی شخص کو اُس کی جان پر پھر اُس کو قتل کر دے، دیا جاوے گا اُس کو جھنڈا اُس کی پشت پر گاڑ کر[1] پکارا جائے گا: هَـٰذِهِ غَدَرَةُ فُلَانٍ یعنی یہ فلاں شخص کی بدعہدی ہے۔[2]

فصل ۴: چوری اور خیانت کی سزا

چوری اور خیانت جس چیز میں کی ہوگی وہی آلۂ تعذیب ہو جائے گی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک غلام ہدیہ میں بھیجا، اس کا نام "مِدعَم" تھا، وہ مدعم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اسباب اُتار رہا تھا کہ دفعۃً اس کے ایک تیر آ کر لگا جس کا مارنے والا معلوم نہ ہوا، لوگوں نے کہا کہ بہشت اس کو مبارک ہو، آپ نے فرمایا: ہرگز ایسا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ جو کملی اس نے یوم خیبر میں لے لی تھی تقسیم نہ ہونے پائی تھی وہ آگ بن کر اس پر مشتعل ہو رہی ہے، جب لوگوں نے یہ مضمون سنا، ایک شخص جوتے کا ایک یا دو تسمے واپس کرنے کو لایا، آپ نے فرمایا: (اب کیا ہوتا ہے) یہ ایک تسمہ یا دو تسمہ تو آگ کا ہے۔[3]

روایت کیا اس کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے۔

فصل ۵: غیبت کی صورتِ مثالی

غیبت کرنے کی صورتِ مثالی مردہ بھائی کے گوشت کھانے کی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾[4]

فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے: نہ غیبت کرے کوئی تم میں سے کسی کی، کیا پسند کرتا ہے کوئی تم میں سے یہ کہ

---

[1] مشکوٰۃ، رقم: ۳۹۷۹ [2] مشکوٰۃ، رقم: ۳۷۲۵ [3] مشکوٰۃ، رقم: ۳۹۹۷ [4] حجرات: ۱۲

کھائے گوشت اپنے بھائی کا جب کہ وہ مرا ہوا ہو، ضرور اس کو تم ناپسند کرو گے۔
فقط اسی وجہ سے غیبت خواب میں اسی شکل میں نظر آتی ہے۔

فصل ۶: اخلاقِ ذمیمہ کی مثالی صورتیں

اہل معانی کے اقوال سے بعض چیزوں کی صورتِ مثالیہ [مثالی شکل] کے بیان میں محققین نے فرمایا ہے کہ ہر خصلتِ ذمیمہ [بری عادت] کو ایک جانور کے ساتھ خصوصیّت خاصّہ ہے، جس شخص میں وہ خصلت غالب ہوجاتی ہے عالم مثالی میں اس شخص کی شکل اس جانور کی سی ہوجاتی ہے۔ اُمم سابقہ میں وہ شکل اسی عالم میں ظاہر ہوجاتی تھی، اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں رُسوا ہونے سے محفوظ رکھا، لیکن دوسرے عالم میں وہ شکل بن جاتی ہے، قیامت کے روز اس کا ظہور ہوگا اور اہل کشف کو یہاں ہی مکشوف ہوجاتی ہے، سفیان بن عُیَینہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ﴾[1]

یعنی نہیں کوئی جانور چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اُڑتا ہے مگر وہ سب جماعتیں ہیں مثل تمہارے۔

سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ درندوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں، بعض کتوں کے اور سوروں اور گدھوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں، بعض بناؤ سنگار کر کے طاؤس [مور] کے مشابہ بنتے ہیں، بعض پلید ہوتے ہیں مثل گدھے کے، بعض خود پرور [متکبّر، مغرور] ہوتے ہیں مثلِ مرغی کے، بعض کینہ ور [بغض رکھنے والا، دشمنی رکھنے والا] ہوتے ہیں مثل اونٹ کے، بعض مشابہ مکھی کے ہوتے ہیں، بعض مشابہ لومڑی کے، فقط۔ امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾[2] کی تفسیر میں کہا ہے کہ قیامت میں لوگ مختلف صورتوں میں محشور ہوں گے [اٹھاتے جائیں گے]، جس جانور کی عادات طبیعت پر غالب ہوں گی قیامت میں اسی کی شکل بن جائے گی۔

---

[1] انعام: ۳۸ [2] نبا: ۱۸

فصل ۷ بعض اعمال کی صورت مثالیہ کی تحقیق حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے:

۱۔	چوں سجودے یار کوعے مرد کِشت	شُد در آں عالم سجودِ او بہشت
۲۔	چوں کہ پرید ہ از دہانت حمد حق	مرغ جنّت ساختش ربُّ الفَلَق
۳۔	حمد و تسبیحت نماند مرغ را	ہم چو نطفہ مرغ بادست و ہوا
۴۔	چوں زِ دستت رُست ایثار و زکوٰۃ	کِشت ایں دست آں طرف نخل ونبات
۵۔	آبِ صبرت آب جوئے خلد شد	جوئے شیر خلد مہر تُست وود
۶۔	ذوقِ طاعت گشت جُوئے انگبیں	مستی و شوقِ تو جوئے خمر بیں
۷۔	ایں سببہا آں اثرہا رانماند	کس نداند چونش جائے آن نشاند
۸۔	ایں سببہا چوں بہ فراق تو بود	چار جو ہم مرترا فرماں نمود
۹۔	ہر طرف خواہی روانش می کنی	آں صفت چوں بد چنانش می کنی
۱۰۔	چوں منی تو کہ در فرمان تست	نسل تو در امر تو آیند چست
۱۱۔	مید ود دَر امر تو فرزند تو	کہ منم جزوت کہ کردم گردِ تو
۱۲۔	آں صفت درا مر تو بودایں جہاں	ہم در امر تست آں جوہارواں
۱۳۔	آں رختاں مرترا فرمان برند	کاں درختاں از صفاتت با برند
۱۴۔	چوں بامر تست اینجا ایں صفات	پس در امر تست آنجا آں جزات
۱۵۔	چوں زدت زخم بر مظلوم رست	آں درختے گشت ازاں زقوم رست
۱۶۔	چوں زخم آتش تو درد لہازدی	مایہ نار جہنّم آمدی
۱۷۔	آتش ست اینجا چومردم سوز بود	آنچہ اَزوَی زاد مردا فروز بود
۱۸۔	آتش تو قصد مردم میکند	نارکزوی زاد برمردم زند
۱۹۔	آں سخن ہائے چومارو گژد مست	مارو گژدم گشت ومی گیردو دست

ترجمہ اشعار

۱۔ جب کوئی عبادت گذار شخص اس جہان میں کوئی سجدہ یا رکوع کرتا ہے تو اس کے ''سجدے'' آخرت میں جنّت میں جانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

۲۔ جب تیرے منہ سے اللہ تعالیٰ کی تعریف نکل اُڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کی چڑیا بنا دیتا ہیں۔

۳۔ تیری حمد وتسبیح کی مثال چڑیا کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نطفہ مرغ کی ہوا ہے۔

۴۔ جب تیرے ہاتھ کی کی ہوئی قربانی اور زکوٰۃ کا عمل وہاں جائے گا تو یہی ہاتھ اس طرف آخرت میں کھجور اور پھل دار درخت بوئے گا۔

۵۔ دنیا میں تیرے صبر کا پانی آخرت میں جنّت کے حوض کا پانی ہوگا اور تیری محبّت ومہربانی جنّت کے دودھ کا حوض ہے۔

۶۔ یہاں کی عبادت کا ذوق، وہاں شہد کا حوض ہوگا اور تیری محبّت ومہربانی جنّت کے دودھ کا حوض ہے۔

۷۔ یہ اسباب صرف اسی اثر کے لیے مخصوص نہیں ہیں، کسی کو معلوم نہیں کہ اُن کو اُن کی جگہ کیوں بٹھایا ہے۔

۸۔ یہ اسباب جب تیرے حکم میں رہیں گے تو تیرے حکم کی چارہ جوئی بھی کریں گے۔

۹۔ ایسی صورت میں تو اُن کو جس طرف چاہے جاری کر سکتا ہے اور وہ صفت جیسی تھی تو اُس کو ویسے ہی استعمال ہے۔

۱۰۔ جب کہ تیری منی تیرے زیرِ فرمان رہے گی تو تیری نسل بھی تیرا حکم ماننے میں چست اور ٹھیک نکل آئے گی۔

۱۱۔ ایسے نطفہ سے پیدا شدہ تیری اولاد، تیری اطاعت میں دوڑتی ہے کیونکہ اسے احساس ہے کہ میں تیرے اس جزو سے پیدا ہوا ہوں جسے تو نے اپنا تابع بنا رکھا تھا۔

۱۲۔ وہ صفت جب تیرے زیرِ حکم تھی تو وہاں بھی تیرے زیرِ فرمان جاری حوض کی طرح ثابت ہونے والی ہے۔

۱۳۔ ان درختوں نے اگر یہاں پر تیری فرماں برداری کی تو یاد رہے کہ وہاں بھی تیری صفات ان کے طفیل پھلیں گی۔

۱۴۔ جب یہ صفات یہاں پر تیرے حکم میں ہیں پھر تو وہاں بھی ان صفات کی جزا وثواب تیرے حق میں ہوں گے۔

۱۵۔ جب یہاں تیرے ہاتھ سے کسی مظلوم پر کوئی زخم لگے گا تو وہ ظلم وہاں ایک درخت بن جائے گا اور اس ظلم سے درختِ زقوم اُگے گا۔

۱۶۔ اگر تو نے دنیا میں غصّہ سے دوسرے کے دل میں پریشانی کی آگ جلائی تو یاد رہے کہ آخرت میں تو بھی دوزخ کی آگ کا سامان بن کر آئے گا۔

۱۷۔ یہی غصّہ کی آگ جب دنیا میں لوگوں کو جلانے والی ہے تو آخرت میں جو اس سے پیدا ہوگی وہ بھی آدمی کو جلانے والی ہوگی۔

۱۸۔ تیرے غصّے کی آگ جب یہاں لوگوں کو ستانے کا قصد کرتی ہے تو اس آگ سے وہاں جو آگ پیدا ہوگی وہ بھی آدمی پر شعلہ مارے گی۔

۱۹۔ غصّہ کی وہ باتیں جو سانپ اور بچھو کی مانند ہیں، یہ باتیں آخرت میں واقعتاً سانپ اور بچھو ہو جائیں گے اور ناواقف لوگ ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے ہیں۔

عمل کے وجود کا باقی رہنا

رجوع بہ مطلب: آیات واحادیث واقوال مذکورہ سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ آدمی جو کچھ عمل کرتا ہے اس کا وجود باقی رہتا ہے اور وہ ایک روز کھلنے والا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾[1]

---

[1] سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کریگا وہ اسکو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کریگا وہ اسکو دیکھ لے گا۔ (زلزال: ۷،۸)

پس جنّت و دوزخ اپنے ہاتھوں آدمی لیتا ہے، اور یہ تحقیق مسئلۂ تقدیر کے مخالف نہیں ہے، کیوں کہ مسئلۂ تقدیر میں یہ بات نہیں بتلائی گئی کہ کوئی شے بلا سبب ہو جاتی ہے، ہرگز ایسا نہیں، بلکہ جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے اس کے اسباب اول جمع ہوتے ہیں پھر وہ اَمر واقع ہو جاتا ہے، من جملہ اسباب قویّہ دخولِ جنّت و دوزخ کے اعمال حسنہ یا سیئہ ہیں، اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اعمال کا فائدہ پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ.

یعنی عمل کرتے رہو کیوں کہ ہر شخص کو وہی کام آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیO وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰیO فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰیO وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰیO وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰیO فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰیO﴾[1]

خلاصہ یہ کہ جیسا یہاں کروگے برزخ اور قیامت میں اسی سے پردہ اٹھ جائے گا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌO﴾[2]

یا الٰہی! ہم لوگوں کو فہم صحیح عطا فرمائیے اور اس قدر تذکّر نصیب کر دیجیے کہ گناہ کے وقت اس کی جزا پیش نظر ہو جایا کرے، پھر اُس سے بچنے کی بھی توفیق عطا ہو۔ آمین!

---

[1] سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچّا سمجھا، تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا، تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے۔ (لیل: ۵-۱۰)

[2] سو اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹادیا، سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ (قٓ: ۲۲)

باب چہارم

اس بیان میں کہ طاعت کو جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل و تاثیر ہے

اس کی اجمالی تحقیق تو آغازِ بابِ سوم سے اچھی طرح دریافت ہوچکی ہے، اس مقام پر صرف دو، چار اعمال کی مثالی صورت دلائل سے لکھنا کافی معلوم ہوتا ہے۔

فصل ۱: ذکر اللہ کی صورتِ مثالی

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کی صورت مثالی درخت کی سی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ملاقات کی میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شب معراج میں، انھوں نے فرمایا کہ اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور خبر دیجیے کہ جنّت ستھری مٹی والی، شیریں پانی والی ہے اور اصل میں وہ صاف میدان ہے اور اس کے درخت سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں۔[۱] روایت کیا اس کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲: سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی صورتِ مثالی

سورۂ بقرہ اور آل عمران کی صورتِ مثالی مثل ٹکڑیوں بادل یا پرندوں کے ہے۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے: لایا جائیگا قرآن مجید کو قیامت کے دن اور قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے، آگے آگے ہوگی اسکے سورۂ بقرہ اور آلِ عمران جیسے دو بدلیاں [بادل کے ٹکڑے] ہوں سیاہ سائبان[۲] میں، ان کے بیچ میں ایک چمک ہوگی، (وبقولِ محقّقین یہ چمک بسم اللہ کی ہے) یا جیسے قطار باندھنے والے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، حجّت کریں گی دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کی جانب سے۔[۳] روایت کیا اس کو امام مسلم نے۔

---

[۱] ترمذی، رقم: ۳۴۶۲ [۲] چھپر جو دھوپ سے بچنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔ [۳] ترمذی، رقم: ۲۸۸۳

فصل ۳: سورۂ اخلاص کی مثالی صورت

سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی صورتِ مثالی مثل قصر[محل] کے ہے۔ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ دس مرتبہ پڑھے اُس کے لیے جنّت میں ایک محل تیار ہوتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کے لیے دو محل تیار ہوتے ہیں اور جو تیس مرتبہ پڑھے اُس کے لیے تین محل تیار ہوتے ہیں جنّت میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: قسم خدا کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تب تو ہم اپنے بہت سے محل بنوالیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ فراغت و گنجائش والے ہیں۔[۲] روایت کیا اس کو امام دارمی علیہ الرحمۃ نے۔

فصل ۴: عملِ جاری کی مثالی صورت

عملِ جاری کی صورتِ مثالی چشمہ کے مثل ہے۔ اُمّ العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے خواب میں ایک چشمہ جاری دیکھا اور یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا: یہ اُن کا عمل ہے جو جاری ہوتا ہے اُن کے لیے۔[۳] روایت کیا اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۵: دین کی صورت مثالی

دین کی شکلِ مثالی مثل لباس کے ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میں خواب میں تھا کہ لوگوں کو اپنے رُو بہ رُو پیش ہوتے دیکھا کہ وہ کُرتے پہنے ہیں، کسی کا کرتہ تو سینہ تک ہے، کسی کا اُس سے نیچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو پیش ہوئے تو اُنکا کرتہ اتنا بڑا ہے کہ زمین پر گھسیٹتے چلتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر آپ نے اسکی کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا: دین۔[۳]

---

[۱] مشکوٰۃ، رقم: ۲۱۸۵ [۲] مشکوٰۃ، رقم: ۴۶۲۰ [۳] ترمذی، رقم: ۲۲۸۵

فصل ۶: علم کی صورت مثالی

علم کی شکلِ مثالی مثل دودھ کے ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خواب میں میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اُس سے پیا یہاں تک کہ اُس کی سیرابی کا اثر اپنے ناخنوں سے نکلتا پایا، پھر بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا، لوگوں نے عرض کیا: پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا: علم۔[1]

فصل ۷: نماز کی صورتِ مثالی

نماز کی شکلِ مثالی مثلِ نور کے ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا: ارشاد ہوا کہ جو شخص محافظت [اہتمام] کرے گا نماز پر وہ نماز اس کے لیے قیامت کے دن نورانی اور برہان [دلیل] اور نجات ہوگی۔[2]

فصل ۸: صراطِ مستقیم کی صورتِ مثالی

صراطِ مستقیم کی شکلِ مثالی مثل پل صراط کے ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''حلّ مسائل غامضہ'' میں ارشاد فرمایا ہے[3] کہ پل صراط پر ایمان لانا برحق ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پل صراط باریکی میں بال کے مانند ہے، یہ تو اُس کے وصف میں ظلم ہے بلکہ وہ تو بال سے بھی باریک ہے، اس میں اور بال میں کچھ مناسبت ہی نہیں جیسا کہ باریکی میں خطِ ہندسی کو جو سایہ اور دھوپ کے مابین ہوتا ہے، نہ سایہ میں اس کا شمار ہے، نہ دھوپ میں، بال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں، پل صراط کی باریکی بھی خطِ ہندسی کے مثل ہے جس کا کچھ عرض نہیں، کیوں کہ وہ صراطِ مستقیم کی مثال پر ہے جو باریکی میں خطِ ہندسی کے مثل ہے اور صراطِ مستقیم اخلاقِ متضادّہ کی وسطِ حقیقی سے مراد ہے جیسا کہ فضول خرچی اور بخل کے درمیان وسطِ حقیقی ''سخاوت'' ہے، تہوّر یعنی اِفراط قوتِ غضبی اور جُبن یعنی بزدلی کے درمیان میں ''شجاعت''، اِسراف [فضول خرچی] اور تنگی خرچ کے درمیان میں وسطِ حقیقی ''میانہ روی'' ہے، تکبّر اور غایت درجہ کی ذلت

---

[1] ترمذی، رقم: ۲۲۸۴ [2] مشکوٰۃ، رقم: ۵۷۸ [3] نقل من ترجمة المسماة حقيقة روح انسانی.

کے درمیان میں ''تواضع''، شہوت اور خُمود کے درمیان میں ''عفت''، کیوں کہ ان صفتوں کی دو طرفین ہیں، ایک زیادتی دوسرے کمی، وہ دونوں مَضموم ہیں، افراط اور تفریط کے مابین ''وسط'' ہے وہ دونوں طرف کی نہایت دوری ہے اور وہ وسط میانہ روی ہے، نہ زیادتی کی طرف میں اور نہ نقصان کی طرف میں جیسا خطِ فاصل دھوپ اور سایہ کے مابین ہوتا ہے، نہ سایہ میں ہے نہ دھوپ میں، جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے قیامت میں صراطِ مستقیم کو جو خطِ ہندسی کی طرح ہے، جس کا کچھ عرض نہیں، مُمَثَّل کریں گے تو ہر انسان سے اس صراط پر استقامت کا مطالبہ ہوگا۔

پس جس شخص نے دنیا میں صراط مستقیم پر استقامت کی اور افراط و تفریط یعنی زیادتی و کمی کی دونوں جانبوں میں سے کسی جانب میلان نہ کیا وہ اس پل صراط پر برابر گزر جائے گا اور کسی طرف کو نہ جھکے گا، کیوں کہ اُس شخص کی عادت دنیا میں میلان سے بچنے کی تھی، سو اس کا وصفِ طبعی بن گیا اور ''عادت'' طبیعت کا خاصہ ہوتی ہے، سو صراط پر برابر گزر جائے گا۔

اور ان دلائل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ کارخانہ آخرت کا غیر منتظم نہیں ہے کہ جس کو چاہا پکڑ کر جہنّم میں پھینک دیا، جس کو چاہا جنّت بھیج دیا، یوں تو مالکِ حقیقی کو سب اختیار ہے مگر عادت اور وعدہ یونہی ہے کہ ''جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے''، اسی لیے جا بجا ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝﴾[1]

اور ارشاد فرمایا ہے:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾[2]

یعنی دوڑو طرف مغفرت پروردگار اپنے کے اور طرف جنّت کے جسکی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے۔

(یہ ہمارے سمجھانے کو فرمایا) سو اگر جنّت میں داخل ہونا بالکل غیر اختیاری ہے تو اس کی طرف دوڑنے کو کیسے حکم فرمایا ہے؟ یعنی اُس کے اسباب اختیار میں دیئے ہیں جن پر دخولِ جنّت

[1] سو اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (توبہ: ۷۰۔ بیان القرآن)

[2] حدید: ۲۱

حسبِ وعدۂ آیت مرتّب ہوجاتا ہے، اسی لیے بعد حکمِ مُسَابَقَةَ اِلَى الْجَنَّةِ کے ان اعمال و اسباب کو ذکر فرمایا جو یقیناً انسان کے اختیار میں ہیں، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝﴾[1]

یعنی یہ جنت ایسے پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خرچ کرتے ہیں فراغت [وسعت] میں اور تنگی میں اور پی جانے والے ہیں غصّہ کے اور معاف کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں نیکی کرنے والوں کو، اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کر گزرتے ہیں کوئی بے حیائی کا کام یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر، فوراً یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور سوا اللہ تعالیٰ کے گناہ کو بخشتا ہی کون ہے اور وہ لوگ اَڑتے نہیں اس کام پر جو کیا انھوں نے، وہ جانتے ہیں۔

دیکھیے! اس آیت میں صاف فرمادیا کہ جنّت ایسوں کے لیے ہے جن میں فلاں فلاں اوصاف ہیں اور یہ سب اوصاف اختیاری ہیں، اس کے بعد اور بھی صاف لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے سے ضرور جنّت مل ہی جاتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ﴾[2]

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ شے محبوب کے اسباب بھی محبوب ہوتے ہیں، دیکھو! پلّہ دار مزدور چوں کہ جانتے ہیں کہ اسباب اُٹھانے سے پیسہ ملے گا، سو مسافروں کے اسباب لینے اور لادنے کے لیے آپس میں کیسا جھگڑتے ہیں اور ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھ پر یہ اسباب لادا جائے اور باوجود مشقت و تعب [تھکاوٹ] کے پھر بھی بوجھ لادنے میں اُن کو ایک قسم کا لطف و لذّت

---

[1] آل عمران: ۱۳۳-۱۳۵

[2] ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا۔ (آل عمران: ۱۳۶)

ملتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ جنّت محبوب ہو، اللہ تعالیٰ کا لِقا [ملاقات] محبوب ہو اور اُس کے اسباب یعنی اعمالِ صالحہ مرغوب و محبوب نہ ہوں، اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہے:

لَمْ اَرَ مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا اَوْ كَمَا قَالَ.[۱]

یعنی میں نے جنّت کے برابر کوئی چیز عجیب نہیں دیکھی جس کا طالب سو جائے۔

جن کو دیدۂ بصیرت سے یہ مضمون کھل گیا اُن کو بے شک ان اعمالِ شاقہ میں لطف اور راحت ملتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَO الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلَاقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَO﴾[۲]

یعنی بے شک نماز ضرور گراں [مشکل] گزرتی ہے مگر ان لوگوں پر جو خشوع کرنے والے ہیں جن کا یہ یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔

سو نماز کے آسان ہونے کے لیے یہ یقین مُعین ٹھہرا کہ ہم کو اپنے رب سے ملنا ہے، اور حدیث صحیح میں ارشاد ہے:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلَاةِ.[۳]

یعنی نماز میں مجھ کو آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت ملتی ہے۔

نیک مشورہ

جب اعمال کی صورت مثالیہ معلوم ہو چکی تو اب تمام جزا و سزا تمہارے ہاتھوں میں ہے، اگر چاہتے ہو کہ جنّت کے بہت سے درخت ہمارے حصے میں آئیں تو "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" خوب پڑھا کرو، اگر چاہتے ہو کہ قیامت کے دن ہم سایہ میں ہوں تو "سورۂ بقرہ، آل عمران" کی تلاوت کیا کرو کہ وہ سائبان کی شکل میں ہوں گی، اگر چاہتے ہو کہ ہم کو جنّت کا چشمہ ملے "خیرات" جاری کیا کرو، اگر چاہتے ہو کہ خوب کپڑے ملیں تو "تقویٰ و دین" کو مضبوط پکڑو، اگر چاہتے ہو کہ جنّت میں دودھ کا چشمہ

[۱] سنن ترمذی، رقم: ۲۶۰۱ [۲] بقرہ: ۴۵، ۴۶ [۳] سنن نسائی، رقم: ۳۹۳۹

ملے یا حوض کوثر سے سیراب ہوں تو ''علم دین'' خوب حاصل کرو، اگر چاہتے ہو کہ پل صراط پلک جھپکتے گزر جاؤ تو ''شریعت'' پر خوب مستقیم رہو، اگر چاہو کہ پل صراط پر ہمارے پاس نور رہے تو ''نماز'' کا خوب اہتمام کرو، اگر چاہو کہ ہم کو جنّت میں بہت سے محل ملیں تو خوب ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھا کرو، اسی طرح جو نعمت چاہو اُس کے اسباب اختیار کرو، وہی اسباب اُن نعمتوں کی شکل بن کر تم کو مل جائیں گے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَلَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ.

خاتمہ

بعض اعمالِ مخصوصہ کے بیان میں جو زیادہ مفید یا مضر ہیں اور عوام کے بعض شبہات کا جواب

یوں تو جتنی طاعات ہیں سب ضروری ہیں اور جتنے سیئات ہیں سب مضر ہیں، مگر بعض اعمال جو بمنزلہ اصول کے ہیں زیادہ اہتمام کے قابل ہیں، فعلاً یا ترکاً کہ اُن کے اہتمام سے دوسرے اعمال کی اصلاح کی زیادہ امید ہے، ان کو ہم دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

فصل ۱: بعض اعمالِ مفیدہ کا بیان

ایسی طاعات کے بیان میں جن کی محافظت سے امید ہے کہ دوسری طاعات کا سلسلہ قائم ہو جائے، ایک اُن میں ''علمِ دین'' کا حاصل کرنا ہے، خواہ کتب سے حاصل کیا جائے یا صحبتِ علما سے، بلکہ تحصیلِ کتب کے بعد بھی علما کی صحبت ضروری ہے، اور مراد ہماری ''علما'' سے وہ علما ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں، اتباعِ سنت کے عاشق ہوں، توسط پسند ہوں افراط و تفریط سے بچتے ہوں، خلق پر شفیق ہوں، تعصّب و عناد [بے جا حمایت و دشمنی] اُن میں نہ ہو، گو اِس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اِس قسم کے علما بہت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، جیسا ہمارے سردار حضور اکرم ﷺ کا وعدہ ہے:

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ.[1]

(مگر ہم چند بزرگوں کا نام تبرکاً) اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تاکہ غیر مذکورین کو مذکورین پر قیاس کر سکیں، اور جن کی ایسی ہی شان ہو، اُن کی صحبت سے مستفید ہو سکیں:

۱۔ مکّہ معظّمہ میں حضرت سیّدی و مرشدی مولانا الحاج الشیخ محمد امداد اللہ صاحب، دامت برکاتہم۔

---

[1] ابن ماجہ، رقم: ۶

۲۔ گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب، دامت برکاتہم۔

۳۔ سہارن پور میں جناب مولانا ابوالحسن صاحب، مہتمم جامع مسجد سہارن پور۔

۴۔ دیوبند میں جناب مولانا محمود حسن صاحب، مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند۔

۵۔ حضرت حاجی محمد عابد صاحب، مقیم مسجد چھتہ دیوبند۔

۶۔ انبالہ میں حضرت سائیں توکّل شاہ صاحب، دامت برکاتہم[۱]

ایسے بزرگوں کی صحبت وخدمت جس قدر میسّر ہوجائے ''غنیمتِ کبریٰ ونعمتِ عظمیٰ'' ہے، اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور اِلتزام کرے، اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔

بعض اعمال کا اہتمام اور ان کی برکات

ایک اُن میں سے ''نماز'' ہے، جس طرح ہوسکے پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا رہے، اور حتی الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بدرجہ مجبوری جس طرح ہاتھ آئے غنیمت ہے، اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلّق اور اِرتباط قائم رہے گا، اس کی برکت سے اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کی حالت درست رہے گی، ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾[۲] ایک اُن میں سے لوگوں سے ''کم بولنا اور کم ملنا'' اور جو کچھ بولنا ہو سوچ کر بولنا ہے، ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا یہ ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہے۔ ایک اُن میں سے ''مُحاسَبہ و مُراقَبہ'' ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیش نظر ہوں، میرے سب اقوال وافعال واحوال پر اُن کی نظر ہے، یہ مراقبہ ہوا، اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً: سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کرکے یوں خیال کرے کہ اِس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہوجاتا ہوں۔ ایک اُن میں سے ''توبہ و اِستغفار'' ہے، جب کبھی کوئی لغزش ہوجائے توقف نہ کرے، کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے، فوراً تنہائی میں جاکر سجدہ میں گر کر خوب معذرت کرے اور اگر رونا آئے تو روئے، ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے، یہ پانچ چیزیں ہوئیں: علم وصحبتِ علماء، نماز پنج گانہ، قلّتِ کلام وقلّتِ مُخالَطت [کم میل جول]،

---

[۱] افسوس! اس وقت ان حضرات میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔ (اشرف علی)　[۲] عنکبوت: ۴۵

محاسبہ و مراقبہ، توبہ و استغفار۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اِن تمام اُمورِ پنج گانہ کی پابندی سے جو کہ کچھ مشکل بھی نہیں تمام طاعات کا دروازہ کھل جائے گا۔

فصل ۲

ایسے معاصی کے بیان میں کہ اُن سے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے۔ ایک اُن میں سے ''غیبت'' ہے، اس سے طرح طرح کے مفاسدِ دنیاوی و اُخروی پیدا ہوتے ہیں جیسا ظاہر ہے، اس میں آج کل بہت مبتلا ہیں اس سے بچنے کا سہل طریق یہ ہے کہ بلاضرورتِ شدیدہ نہ کسی کا تذکرہ کرے، نہ سنے، نہ اچھا، نہ برا، اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے، جو اوروں کے ذکر کرنے کی فرصت اس کو ملتی ہے۔ ایک اُن میں سے ''ظلم'' ہے، خواہ مالی، یا جانی، یا زبانی مثلاً: کسی کا حق مار لیا، قلیل یا کثیر، یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی، یا کسی کی بے آبروئی [بے عزتی] کی۔ ایک اُن میں سے ''اپنے کو بڑا سمجھنا اوروں کو حقیر سمجھنا''، ظلم و غیبت وغیرہ اِسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں اور بھی خرابیاں اِس سے پیدا ہوتی ہیں، حقد [کینہ] وحسد وغضب وغیر ذالک۔ ایک اُن میں سے ''غصّہ'' ہے، کبھی نہیں یاد ہے کہ غصّہ کرکے پچھتائے نہ ہوں، کیوں کہ حالتِ غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہو جاتی ہے، سو جو کام اس وقت ہوگا عقل کے خلاف ہی ہوگا، جو بات ناگفتنی [نہ کرنے کی] تھی وہ منہ سے نکل گئی، جو کام ناکردنی [نہ کرنے کا] تھا وہ ہاتھ سے ہوگیا، بعد غصّہ اُترنے کے جسکا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا، کبھی کبھی عمر بھر کے لیے صدمہ میں گرفتاری ہو جاتی ہے۔ ایک ان میں سے ''غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا'' خواہ اُس کو دیکھنا یا اُس سے دل خوش کرنے کے لیے ہم کلام ہونا، یا تنہائی میں اُسکے پاس بیٹھنا، یا اُسکے پسندِ طبع کے موافق اُس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس ''تعلق'' سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں ''احاطۂ تحریر'' سے خارج ہیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ! کسی رسالہ میں ضمناً اِس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا

ارادہ ہے۔ ایک اُن میں سے ''طعام مشتبہ یا حرام کھانا'' ہے کہ اسی سے تمام ظلمات و کدورتِ نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضا و عروق [رگوں] میں پھیلتی ہے، پس جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔ یہ چھ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں، ان کے ترک سے اِن شاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہو جائے گا، بلکہ امید ہے کہ خود بخود متروک ہو جائیں گے۔ (اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا)

عوام کے بعض شبہات کا جواب

اب یہاں سے عوام کے بعض شبہات کا جواب دیا جاتا ہے جن سے وہ دھوکا میں پڑے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں ڈالتے ہیں، جب کبھی اُن سے التزامِ طاعات و اِجتنابِ معصیت کے لیے کہا جاتا ہے تو اُن ہی شبہات کو پیش کر دیا کرتے ہیں، یہ شبہات دو قسم کے ہیں: ایک قسم وہ شبہات ہیں جن سے ''صریح کفر'' لازم آتا ہے مثلاً: یہ شبہ کہ دُنیا نقد ہے اور آخرت نسیۂ [اُدھار]، اور نقد بہتر ہوتا ہے نسیۂ سے، یا یہ شبہ کی دنیا کی لذت یقینی ہے اور آخرت کی لذت مشکوک، تو یقینی کو مشکوک کی امید میں کس طرح چھوڑ دیں؟ جیسے کسی نے کہا ہے:

اب تو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خُدا جانے

چوں کہ ہمارا روئے سخن [خطاب] اس وقت اہلِ ایمان کی طرف ہے، اس لیے اُن شبہات کو مطروحُ النظر [صرفِ نظر] کرتے ہیں۔[1] دوسری قسم وہ شبہات ہیں جن کا باعث جہل وغفلت ہے، اِس مقام پر اُن کا جواب دینا مقصود ہے، ہم اُس کو کئی فصلوں میں لکھتے، بتوفیق اللہ تعالیٰ!

---

[1] علاوہ اس کے ان شبہات کا لغو ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے، وجودِ آخرت تو دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا، اگر خود ان دلائل کے ثبوت میں کلام ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ براہینِ عقلیہ اُس کے اثبات کے لیے ہر وقت موجود ہیں، بعد ثبوت آخرت کے نقد کو نسیۂ پر مطلقاً ترجیح دینا بالکل مغالطہ ہے، یہ قاعدہ اس وقت ہے کہ نسیۂ اور نقد کمّاً و کیفاً برابر ہوں، ورنہ تمام معاملاتِ دنیا میں نسیۂ کو نقد پر ترجیح دیا کرتے ہیں، پیسہ کی چیز اگر دو پیسہ میں اُدھار بِکنے لگے اور خریدار پر ذرا بھی اطمینان ہو، خوشی خوشی سے دے ڈالتے ہیں، یہاں وہ قاعدہ کہاں گیا؟

فصل ۱: اللہ کے غفور و رحیم ہونے کے بھروسہ پر گناہ کرنا

ایک شبہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور و رحیم ہیں، میرے گناہوں کی وہاں کیا حقیقت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک! وہ غفور و رحیم ہیں، مگر قہار و منتقم [بڑا قہر کرنے والا وانتقام لینے والے] بھی تو ہیں، سوتم کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ تمہارے لیے ضرور مغفرت ہوگی، ممکن ہے کہ اِنتقام وقہر ہونے لگے، علاوہ اِس کے آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور و رحیم اُس شخص کے لیے جو پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور آیندہ اعمال کی اصلاح کرے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوْا السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾[1]

یعنی اس کے بعد تیرا پروردگار ان لوگوں کے لیے غفور رحیم ہے جنھوں نے نادانی سے برا کام کیا، پھر انھوں نے توبہ کرلی اس کے بعد، اور اپنے اعمال درست کرلیے۔

اور جو بِلا توبہ مرجائے تو بقدر گناہ تو مستحقِ عُقوبت ہے، اور فضل کا کوئی روکنے والا نہیں، مگر اس شخص کے پاس کیا دلیل ہے کہ میرے ساتھ یہی معاملہ ہوگا؟

فصل ۲: لمبی زندگی کی امید پر توبہ نہ کرنا

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں! ابھی کیا جلدی ہے آگے چل کر توبہ کرلیں گے، اس شخص سے یہ کہنا کہ تم کو کیسے معلوم ہوگیا کہ ابھی تم اور زندہ رہوگے؟ ممکن ہے کہ شب کو سوتے کے سوتے رہ جاؤ، یا اگر زندگی بھی ہوئی تو توبہ کی شاید توفیق نہ ہو، یادرکھو کہ گناہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے، روز بروز توبہ کی توفیق کم ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ اکثر بِلا توبہ مرجاتا ہے۔

فصل ۳: توبہ کے بھروسہ پہ گناہوں پر جرأت

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں! گناہ تو کرلیں پھر توبہ کرکے معاف کرالیں گے، اس شخص سے یہ

---

[1] نحل: ۱۱۹

کہنا چاہیے کہ ذرا اپنی انگلی آگ کے اندر ڈال دو پھر اس پر ہم مرہم لگا دیں گے، یہ ہرگز گوارا نہ ہوگا، پھر افسوس ہے کہ معصیت پر کیسے جرأت ہوتی ہے، اس شخص کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ توبہ کی توفیق ضرور ہی ہو جائے گی، یا اگر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہے کہ توبہ قبول ہی کرلیں، پھر یہ کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ اُن سے توبہ کر لینا اللہ تعالیٰ کے رُو بہ رُو کافی نہیں، بلکہ صاحبِ حق سے معاف کرانے کی ضرورت ہے۔

فصل ۴: گناہ کرنے کے بعد تقدیر کا عذرِ لنگ

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے اور یہ شبہ بہت اَرزاں [ہلکا] ہے کہ ہر کس و ناکس [عام و خاص] اس سے منتفع [فائدہ مند] ہوتا ہے، صاحبو! ذرا اِنصاف کرنا چاہیے کہ جس وقت گناہ کرتے ہیں خواہ اسی قصد سے کرتے ہیں کہ چوں کہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے، لاؤ تقدیر کی موافقت کرلیں، ہرگز نہیں! اُس وقت اس مسئلہ کا ہوش بھی نہیں رہتا، جب گناہ سے فراغت ہو جاتی ہے فرصت میں تاویل سوجھتی ہے، اگر انصاف کرکے دیکھو خود اس تاویل کی بے قدری دل میں سمجھتے ہو گے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر تقدیر پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیاوی معاملات میں اِس مسئلہ پر کیوں نہیں اعتماد ہوتا ہے، جب کوئی شخص تم کو جانی یا مالی ضرر پہنچائے تو اس پر ہرگز عتاب مت کیا کرو، سمجھ لیا کرو کہ اُن کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ شرارت کریں گے، نقصان کریں گے، وہاں مسئلۂ تقدیر کے منکر بن جاتے ہو، یہاں سب سے بڑھ کر تقدیر پر تمہارا ہی ایمان ہوتا ہے۔

فصل ۵: قسمت میں جنّت یا دوزخ لکھے ہوئے کا عذر

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر قسمت میں جنّت لکھی ہے تو جنّت میں جائیں گے، اور اگر دوزخ لکھی ہے دوزخ میں جائیں گے، محنت و مشقت سب بے کار ہے۔ ان لوگوں سے کہنا چاہیے کہ اگر یہ بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں و کوششیں کرتے ہو؟ کھانے کے لیے اس قدر اہتمام کرتے ہو، بوتے ہو، جوتتے ہو، پیستے ہو، چھانٹتے ہو، گوندھتے ہو، پکاتے ہو، لقمہ

بنا کر منہ میں لے جاتے ہو، چباتے ہو، نگلتے ہو، کچھ بھی نہ کیا کرو، اگر قسمت میں ہے آپ ہی بن بنا کر پیٹ میں اُتر جائے گا، نوکری کیوں کرتے ہو؟ کھیتی کیوں کرتے ہو؟ یہ شعر کیوں پڑھ دیا کرتے ہو؟ ؎

رزق ہر چند بے گمان برسد　　یک شرط است جستن از درہا

رزق جتنا بھی خلافِ گمان پہنچے، لیکن حصولِ رزق کیلئے رزق کے دروازوں سے رزق تلاش کرنا شرط ہے۔ اگر اولاد کی تمنّا ہوتی ہے، تو نکاح کیوں کرتے ہو؟ پس جس طرح باوجود ثبوتِ تقدیر کے اِن مسبّبات کے لیے اسباب خاصہ جمع کرتے ہو، اسی طرح نعمائے آخرت [آخرت کی نعمتیں] کے لیے وہی اسباب واعمال صالحہ جمع کرنا ضروری ہے۔

فصل ٦: اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن کا دھوکہ

ایک دھوکہ یہ ہوجاتا ہے کہ حدیث میں ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ.[1]

سو ہم کو اپنے رب کے ساتھ حسنِ ظن [اچھا گمان] ہے ضرور ہمارے ساتھ حسنِ معاملہ ہوگا۔ سو خوب یاد رکھنا چاہیے! رَجا و حسنِ ظن کے معنی یہ ہیں کہ اسباب کو اختیار کر کے مسبّب کے مرتب ہونے کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے منتظر رہے، اپنی تدبیر پر وثوق نہ کر بیٹھے، اور جو اسباب ہی کو اڑا دیا تو یہ حسن ظن نہیں ہے، بلکہ غرور اور دھوکہ ہے۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ تخم پاشی کر کے انتظار ہو کہ اب غلّہ فضل خدا سے پیدا ہوگا، یہ تو امید ہے۔ اگر تخم پاشی ہی نہ کرے اور اس ہوس پر بیٹھا رہے کہ اب غلّہ پیدا ہوگا، تو یہ نرا جنون [سراسر جنون] اور دھوکہ ہے، جس کا انجام افسوس وحسرت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فصل ٧: بزرگوں کی نسبت کا دھوکہ

ایک دھوکہ یہ ہوجاتا ہے کہ فلاں بزرگ کی اولاد یا فلاں بزرگ کے مرید ہیں، یا فلاں بزرگ زندہ یا مردہ سے محبّت رکھتے ہیں، پس خواہ ہم کچھ ہی کریں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومغفور

---

[1] ترمذی، رقم: ٣٦٠٣

ہیں، صاحبو! اگر یہ نسبتیں صرف کافی ہوتیں تو ضرور سرورِ عالم ﷺ اپنی صاحبزادی کو ہرگز نہ فرماتے:

فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ ، فَاِنِّی لَا اُغْنِی عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا.[1]

یعنی اے فاطمہ! اپنی جان کو جہنم سے بچاؤ، کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں کچھ کفایت نہیں کرسکتا۔

یعنی جب کہ اپنے پاس سرمایہ ایمان واعمالِ صالح کا نہ ہو صرف نسبت کافی نہیں ہے، اور ایمان وتقویٰ کے ساتھ اگر نسبت شریفہ بھی ہو تو سبحان اللہ! نورٌ علیٰ نور ہے اور قیامت کے دن فائدہ بخش بھی ہوگی۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ﴾[2]

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کے پیروی کی اُن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ، ہم ملحق کردیں گے اُن کے ساتھ اُن کی اولاد کو اور نہیں کم کریں گے اُن کے عمل سے کچھ۔

یعنی آباء کی مقبولیت کی برکت سے اولاد کو بھی اُسی درجہ میں پہنچادیں گے اور آباؤ اجداد کے عمل میں کمی نہ ہوگی۔

فصل ۸: حق تعالیٰ شانہ کا مخلوق کے اعمال سے مستغنی ہونے کا شبہ

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طاعت واعمال کی پرواہ ہی کیا ہے۔ صاحبو! یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے عمل کی پرواہ نہیں ہے، نہ اُن کا کوئی فائدہ، مگر کیا آپ کو بھی اُن منافع کی پرواہ نہیں جو اعمالِ صالحہ پر مرتب ہوتے ہیں؟ اور کیا نیک عمل میں آپ کا بھی فائدہ نہیں؟ خلاصہ یہ کہ عمل تو آپ کے لیے مقرر ہوا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نفع کے لیے، سو اللہ تعالیٰ اگرچہ مستغنی ہیں، مگر آپ تو مستغنی نہیں، اس کی تو بعینہٖ ایسی مثال ہے جیسے کوئی مشفق طبیب کسی مریض پر رحم کرکے کوئی دوا بتلادے اور وہ مریض اپنی جان کا دشمن یہ کہہ کر ٹال دے کہ صاحب! دوا پینے سے حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہوگا؟ بھلے مانس! حکیم صاحب کا کیا فائدہ

[1] مشکوٰۃ، رقم: ۵۳۷۳ [2] طور: ۲۱

ہوتا؟ تیرا فائدہ ہے کہ مرض سے صحت ہوگی۔

فصل ۹: وعظ ونصیحت کا شبہ

ایک شبہ بعض خشک علما کو یہ ہوجاتا ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو وعظ و پند [نصیحت] کرتے ہیں، ان کے اعمال کا ثواب بھی ہم کو ملتا ہے، وہ اِس کثرت سے ہے کہ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا، یا یہ کہ ہم کو ایسے اعمال معلوم ہیں کہ جن کے کرنے سے سیکڑوں برس کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں، مثلاً: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو مرتبہ روزانہ کہہ لینا، یا عرفہ، یا عاشورہ کا روزہ رکھ لینا، یا مکّہ والوں کے لیے ایک طواف کرلینا، صاحبو! موٹی بات ہے کہ اگر یہ اعمال کافی ہوں تو تمام اوامر و نواہی کا لغو ہونا لازم آتا ہے، اُدھر احادیث میں صاف صاف قید مذکور ہے:

اِذَا اجْتُنِبَ الْکَبَائِرُ.[1]

یعنی یہ اعمال اس وقت سیئات کا کفارہ بن جاتے ہیں جب کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ رہا یہ کہ ہم لوگوں کو وعظ و پند کرتے ہیں، صاحبو! ایسے شخص پر تو زیادہ وبال آنے والا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں واعظ بدعمل کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں مشہور ومعروف ہیں۔

فصل ۱۰: بعض جاہل فقیروں کا شبہ

ایک شبہ بعض جاہل فقیروں کو یہ ہوجاتا ہے کہ ہم ریاضت [مشقت] ومجاہدہ کی بدولت مقامِ فنا تک پہنچ گئے ہیں، اب ہم کچھ رہے ہی نہیں، جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے، اور ایسی واہی تباہی باتیں کرتے ہیں کہ اچھا خاصا کفر و الحاد ہوجاتا ہے، کہیں کہتے ہیں کہ دریا میں قطرہ مل گیا، کہیں کہتے ہیں سمندر کو پیشاب کا قطرہ ناپاک نہیں کرسکتا، کہتے ہیں ہم تو خود خُدا ہیں، عبادت کس کی اور معصیت کس کی؟ کبھی کہتے ہیں اصل مقصود ''یاد'' ہے، ظاہری نماز، روزہ نرا ڈھکوسلہ [فریب] ہے، جو بہ مصلحتِ انتظار مقرر ہوا ہے، تمام تر باعث اِن خرافات [بیہودہ باتوں] کا ''جہالت'' ہے۔

[1] مشکوۃ، رقم: ۵۶۴

اِن لوگوں کو حقائقِ مقامات کا علم تک نہیں اور سلوک و وصول تو کیا خاک میسّر ہوا ہوگا! یہ ثمرہ غلو فی التوحید کا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں اِس کی مفصّل تحقیق لکھی جائے گی، اِس مقام پر اتنی موٹی سی بات سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی واصل ہوا، نہ موحد، اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی نے آج تک تعلیم پائی، پس رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خوف وخشیت، وتوبہ استغفار، واجتہاد فی العمل [عمل میں کوشش] اور اہتمام مخالفت نفس و سزائے اعمالِ بد [برے اعمال] کو دیکھ لینا، ان شبہات کے دفع ہو جانے کیلئے کافی ووافی ہے۔

توقع والتماس

الحمد للہ والمنتہ کہ ۲۳/ ذیقعدہ/ ۱۳۱۴ھ کو مقام مدرسہ جامع العلوم کان پور میں مقصود تمام ہوا، اہل فہم سے توقع ہے کہ اِس رسالہ کے الفاظ وعبارت پر خوردہ گیری نہ فرمائیں گے، مقصود کو پیش نظر رکھ کر طاعات و معاصی کے ثمرات دنیا و آخرت کے سمجھیں گے اور پچھلے معاصی سے توبہ کر کے آیندہ کے لیے عزم بالجزم، استقامت علی الطاعات اور اِجتناب سیئات کا دل میں جماویں گے اور ہمیشہ ''توفیق'' اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں گے اور اس ناکارہ خلائق کے لیے بھی دعائے حصولِ رضائے الٰہی کی گاہ گاہ فرمالیا کریں گے۔

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[1]

[1] صافات: ۱۸۰-۱۸۲

مُناجات جس کا پڑھنا مُوجبِ مغفرتِ معاصی ہے

۱۔	پادشاہا جرمِ مارا در گذرا	ما گنہ گاریم و تو آمرز گار
۲۔	تو نکو کاری و مابد کردہ ایم	جرم بے اندازہ بے حد کردہ ایم
۳۔	سالہا در بندِ عصیاں گشتہ ایم	آخر از کردہ پشیمان گشتہ ایم
۴۔	دائما در فسق وعصیاں ماندہ ایم	ہم قرینِ نفس و شیطان ماندہ ایم
۵۔	روز و شب اندر معاصی بودہ ایم	غافل از اَمر و نواہی بودہ ایم
۶۔	بے گنہ نگذشت برما ساعتے	باحضورِ دل نہ کردم طاعتے
۷۔	بردر آمد بندۂ بگر یختہ	آبروئے خود بعصیاں ریختہ
۸۔	مغفرت دارد اُمید از لطف تو	زانکہ خود فرمودۂ لاتقنطوا
۹۔	بحر الطاف تو بے پایاں بود	نا امید از رحمتت شیطاں بود
۱۰۔	نفس و شیطاں زد کریما راہِ من	رحمتت باشد شفاعت خواہ من
۱۱۔	چشم دارم از گنہ پاکم کنی	پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی
۱۲۔	اندراں دم کزبدن جانم بری	از جہاں بانور ایما نم بری

ترجمہ مناجات

۱۔ اے بادشاہ (اے اللہ)! ہمارے گناہ معاف فرما، ہم گنہگار ہیں اور آپ معاف فرمانیوالے ہیں۔

۲۔ آپ بھلائی کرنے والے ہیں اور ہم نے برائیاں کی ہیں، واقعی ہم نے بے اندازہ اور بے حد قصور کیے ہیں۔

۳۔ بہت سے سال تک ہم گناہوں کی فکر میں پھرے ہیں، آخر کار شرمندہ ہو کر ہم اس فکر سے پھر گئے ہیں۔

۴۔ ہم ہمیشہ نافرمانی اور گناہ میں مبتلا رہے ہیں اور ہم نفس اور شیطان کے نزدیک بھی رہ چکے ہیں۔

۵۔ ہم دن اور رات گناہوں کے اندر مبتلا رہ چکے ہیں اور اوامر و نواہی سے بھی غافل رہ چکے ہیں۔

۶۔ بغیر گناہ کے ہمارے اوپر کوئی وقت نہیں گذرا، اور حضورِ دل کے ساتھ میں نے کوئی عبادت نہیں کی۔

۷۔ آپ کے دروازہ پر بھاگا ہوا غلام واپس آیا اور اس حال میں آیا کہ گناہ سے اپنی آبرو خراب کی۔

۸۔ یہ بندہ آپ کی مہربانی سے گناہوں کی معافی کی اُمید رکھتا ہے، اس لیے کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿لَا تَقْنَطُوْا﴾ یعنی نا امید مت رہو۔

۹۔ آپ کی مہربانیوں کا سمندر بے انتہا ہے، آپ کی رحمت سے صرف شیطان ہی نا امید ہوگا۔

۱۰۔ اے اللہ! نفس اور شیطان نے میرے نیکی کے راستہ میں ڈاکہ مارا، اب میرے لیے مغفرت کا کوئی چارہ نہیں، الاّ یہ کہ آپ کی رحمت میرے لیے شفاعت چاہنے والی ہے۔

۱۱۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے گناہوں سے پاک فرمادیں گے، قبل اس سے کہ مجھے آپ قبر میں مٹی کر دیں۔

۱۲۔ (اے اللہ!) جس دم میں آپ میری جان کو بدن سے علیحدہ فرمائیں گے، اس وقت آپ مجھے ایمانی نور کے ساتھ دنیا سے لے جائیں۔

مطبوعات مکتبۃ البشریٰ

اردو و فارسی مطبوعات درسِ نظامی

- خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
- علم الصرف (اولین و آخرین)
- عربی صفوۃ المصادر
- جمال القرآن
- عربی زبان کا آسان قاعدہ
- فارسی زبان کا آسان قاعدہ
- تسہیل المبتدی
- عربی کا معلّم (اول تا چہارم)
- کلید جدید عربی کا معلّم (اول تا چہارم)
- حیات المسلمین
- لسان القرآن (اول تا سوم)
- مفتاح لسان القرآن (اول تا سوم)
- بہشتی زیور (تین حصے)

- خیر الاصول
- معین الاصول
- فوائد مکیہ
- جوامع الکلم
- تیسیر الابواب
- پند نامہ
- کریما
- عوامل النحو
- تعلیم الدین
- سیر صحابیات
- فصول اکبری
- الانتخابات المفیدۃ
- میزان و منشعب

- معین الفلسفہ
- تاریخ اسلام
- علم النحو
- صرف میر
- بہشتی گوہر
- نام حق
- تیسیر المبتدی
- آداب المعاشرت
- تعلیم العقائد
- نحو میر
- تیسیر المنطق
- آسان اصول فقہ
- تعلیم الاسلام

دیگر اردو مطبوعات

- قرآن مجید پندرہ سطری (حافظی)
- پنج سورہ
- سورۂ یٰس
- رحمانی قاعدہ
- اعجاز القرآن
- بیان القرآن
- نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے
- آسان صرف (۳ حصے)
- آسان نحو (دو حصے)
- وصیت اور میراث کے احکام
- پردہ کے شرعی احکام
- قصص القرآن (۴ حصے)
- سیرت سید الکونین خاتم النبیین ﷺ

- پنج پارہ
- عم پارہ (درسی)
- نورانی قاعدہ
- بغدادی قاعدہ
- تفسیر عثمانی
- النبی الخاتم ﷺ
- فضائل تجارت
- آسان منطق
- اپنی نمازیں درست کیجیے
- حقوق الوالدین
- بارہ مہینوں کے فضائل و احکام
- آسان نیکیاں
- حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

- خلفائے راشدین
- نیک بیبیاں
- تبلیغ دین (امام غزالی رحمہ اللہ)
- علاماتِ قیامت
- جزاء الاعمال
- علیکم بسنتی
- منزل
- الحزب الاعظم (ماہانہ مکمل)
- اعمال قرآنی
- مناجات مقبول
- فضائل اعمال
- اکرام مسلم
- فضائل علم
- فضائل امت محمدیہ ﷺ
- منتخب احادیث
- نماز حنفی
- آئینہ نماز
- بہشتی زیور (مکمل)
- روضۃ الادب
- جامع الاخلاق
- کتاب الحج
- کرامات صحابہ
- موت کی یاد
- حزب البحر مع قصیدہ بردہ
- رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات شریفہ
- مرنے کے بعد کیا ہوگا؟
- زندگی سے بیزاری کیوں؟
- شوق وطن

- امت مسلمہ کی مائیں
- رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں
- اکرام المسلمین/حقوق العباد کی فکر کیجیے
- حیلے اور بہانے
- اسلامی سیاست
- آداب معیشت
- حصن حصین
- الحزب الاعظم (ہفتہ وار کامل)
- زاد السعید
- مسنون دعائیں
- فضائل صدقات
- فضائل درود شریف
- فضائل حج
- جواہر الحدیث
- آسان نماز
- نماز مدلل
- معلم الحجاج
- خطبات الاحکام لجمعات العام
- الحجامہ
- صفائی معاملات
- سال بھر کے مسنون اعمال
- فضائل استغفار
- مجموعہ وصایا امام اعظم رحمہ اللہ
- حقوق العلم
- شرعی پردہ
- ایک مسلمان کس طرح زندگی گذارے؟
- اخبار الزلزلہ
- اصلاح النساء

دائمی نقشہ اوقاتِ نماز: سندھ، پنجاب، خیبر پختونخواہ

من منشورات مكتبة البشرى

ملونة مجلدة

الجامع للترمذي	الصحيح لمسلم
الموطأ للإمام محمد	الموطأ للإمام مالك
مشكاة المصابيح	الهداية
التبيان في علوم القرآن	تفسير البيضاوي
شرح نخبة الفكر	تفسير الجلالين
المسند للإمام الأعظم	شرح العقائد
ديوان الحماسة	آثار السنن
مختصر المعاني	الحسامي
الهدية السعيدية	ديوان المتنبي
رياض الصالحين	نور الأنوار
القطبي	شرح الجامي
المقامات الحريرية	كنز الدقائق
أصول الشاشي	نفحة العرب
شرح التهذيب	مختصر القدوري
علم الصيغة	نور الإيضاح
التسهيل الضروري	تيسير مصطلح الحديث
النحو الواضح (للمدارس الابتدائية)	النحو الواضح (للمدارس الثانوية)

ملونة كرتون مقوي

شرح عقود رسم المفتي	السراجي
متن العقيدة الطحاوية	الفوز الكبير
متن الكافي	تلخيص المفتاح
المعلقات السبع	مبادئ الفلسفة
هداية الحكمة	دروس البلاغة
الكافية	تعليم المتعلم
مبادئ الأصول	هداية النحو (مع التمارين)
زاد الطالبين	المرقات
هداية النحو (متداول)	إيساغوجي
شرح مائة عامل	عوامل النحو

المنهاج في القواعد والإعراب

كتب تحت الطباعة

الصحيح للبخاري	سنن أبي داود
شرح معاني الآثار	التوضيح والتلويح
معجمي الحي	

شرح الوقاية مع حاشية عمدة الرعاية

أصول التخريج ودراسات الأسانيد

تسهيل الوصول إلى علم الأصول

Books in English

Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3)

Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)

Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)

Al-Hizb-ul-Azam (Large) (H. Binding)

Al-Hizb-ul-Azam (Small) (Card Cover)

Other Languages

Riyad Us Saliheen (Spanish) (H. Binding)

Fazail-e-Aamal (German)

Muntakhab Ahadis (German)

To be published Shortly Insha Allah

Al-Hizb-ul-Azam (French) (Coloured)

Aasan Namaz (P.B) (U/P)